ن قلم

سورہ نمبر 68

تنزیلی نمبر 02

آیات 52

پارہ 29

مکی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورہ ن والقلم

قلم

1۔ نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَۙ ۱

ن قسم ہے قلم کی اور جو کچھ یہ لکھتے ہیں۔

— (اسرار احمد)

📖 قلم کا کردار، زبان، تلوار، درہم، دینار، شہرت اور اولاد سے زیادہ ہے کیونکہ قلم صدیوں کے تجربات کو منتقل کرتا ہے اور نظریات کو تقویت پہنچاتا ہے۔ (تفسیر نور)

📖 قلم کی قسم نظریات و تمدن کی علامت ہے۔ قلم سند و استدلال پر اعتماد ہے۔ قلم سے رابطہ علم سے رابطہ ہے۔ تمام تر آوازوں میں تین آوازیں خاص امتیاز رکھتی ہیں۔ دانشمندوں کے قلم کی آواز، مجاہدین کے قدموں کی آواز، محنت کش کے کام کی آواز۔ جی ہاں! وہ امت عزیز ہے کہ جو علم، قدرت اور اقتصاد میں خودکفیل ہو۔ اگر آج کی زبان میں ان تین آوازوں کو بیان کریں تو کہنا ضروری ہے کہ پرنٹنگ پریس کی آواز، توپ خانہ کی آواز، اور کارخانہ کی آواز یعنی فکری و نظریاتی، فوجی اور اقتصادی آواز۔ (تفسیر نور)

📖 **بعض روایات میں آ یاہے :**

انّ اول ماخلق اللہ القلم

پہلی چیزجو خدا نے خلق کی وہ قلم تھا ۔ (تفسیر نمونہ)

📖 **کتاب الخصال میں روایت ہے: حضرت عثمان بن عفان نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ رسالت میں سوال کیا:**

اے اللہ کے رسولؐ! حروفِ ابجد کی تفسیر بیان فرمائیں.

آپؐ نے فرمایا: حروفِ ابجد کی تفسیر سیکھو، اس میں کائنات کے تمام عجائبات ہیں.

آپؐ نے فرمایا: الف سے مراد آلاءُ اللہ ہیں، یعنی اللہ کی نعمات ہیں. ن سے مراد "نون" ہے. ... (تفسیر نورالثقلین)

📖 **عیون الاخبار میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے:**

ما من شیء اثقل فی المیزان من خلق حسن

"کوئی چیز میزانِ عمل میں قیامت کے دن حُسنِ اخلاق سے زیادہ بھاری نہیں ہوگی.". (نور الثقلین)

📖 مجمعل البیان میں روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

"مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا تاکہ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کروں." (نورالثقلین)

📖 **بعض عُلماء نے کہاہے :**

البیان بیانان : بیان اللسان ، وبیان البنان ، وبیان اللسان تدرسہ الا عوام ، وبیان الاقلام باق علی مر الایام ۔

بیان دوقسم کے ہو تے ہیں : زبان کابیان اورقلم کابیان ، زبان کابیان تو زمانہ اور سالوں کے گزرنے سے کہنہ اورپرانا ہوجاتا اور ختم ہوجاتاہے، لیکن قلموں کابیان ابدتک رہتا ہے : (تفسیر نمونہ)۔

آپؐ کا اخلاق

2۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ ٢

آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔

— (اظھر)

3۔ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ ٣

اور بیشک آپ کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

(اظھر)

4۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ٤

اور یقیناً آپ خلقِ عظیم (کے مالک) ہیں۔

(اظھر)

✎ **نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم اخلاق کا ذکر، تنزیلی طور پر قرآن کی ابتداء میں ہی ہورہا ہے۔ (جو سورہ عبس کو لیتے ہوئے، قابلِ غور بات ہے)**

اخلاق

📖 حضرت امام حسنؑ نے فرمایا: اخلاق ہر نیکی کی سردار ہے۔ (نور)

📖 حضرت پیغمبر اکرمؐ سے کہا گیا: فلاں عورت اہل عبادت ہے لیکن بد اخلاق ہے اور ہمسائیوں کو زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: لاخیر فیھا ھی من اھل النار (اس میں کوئی خیر نہیں ہے اور اہل نار میں سے ہے) (نور)

📖 حضرت عائشہ (رض) کہتی ہیں: حضرت پیغمبر اکرمؐ کا اخلاق سورہ مومنون کی پہلی دس آیات سے مزین ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی تعریف نہیں۔ (نور)

📖 آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)سے یہ بھی آیاہے کہ آپ نے فر مایا:

مامن شی ء اثقل فی المیزان من خلق حسن ۔

کوئی چیز میزان عمل میں قیامت کے دن اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی۔ (نمونہ)

📖 مرحوم علامہ طباطبائی نے تفسیر المیزان (ج:6، ص:183) نے تقریباً 27 صفحات پر پیغمبراکرمؐ کے آداب و اخلاق زندگی کو احادیث کےساتھ بیان کیا ہے کہ جن میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

1. پیغمبر اکرمؐ اپنے جوتے خود مرمت کرتے تھے۔
2. اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے۔
3. اپنی بھیڑ خود دوہتے۔
4. غلاموں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔

5. زمین پر بھیٹتے۔
6. گدھے پر سواری کرتے۔
7. اس بات پر شرم محسوس نہ کرتے کہ بازار سے اپنی ضروریات زندگی کو خود لے کر آئیں۔
8. فقراء اور ناداروں سے مصافحہ کرتے اور جب تک وہ اپنا ہاتھ نہ کھینچتے، آپؐ اپنے ہاتھ کو پیچھے نہ کھینچتے۔
9. چھوٹے بڑے کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔
10. اگر آپ کو کوئی چھوٹی سی چیز بھی پیش کی جاتی تو اس کی تحقیر نہ کرتے۔
11. کم خرچ، کریم الطبع اور خوش معاشرت تھے۔
12. بغیر قہقہہ لگائے ہمیشہ ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آتی۔
13. بغیر منہ بنائے ہمیشہ چہرے پر غم کے آثار نمایاں ہوتے۔
14. ہمیشہ متواضع رہتے۔
15. بغیر اسراف کیے سخی تھی۔
16. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل بہت نازک اور نرم تھا۔
17. گھر سے باہر نکلتے وقت آئینہ دیکھتے اور اپنے بالوں میں کنگھی کرتے۔
18. کبھی چیز کی طرف لالچ کی وجہ سے ہاتھ نہ بڑھاتے۔
19. دوسروں کے سامنے کبھی پاؤں نہ پھیلاتے۔
20. ہمیشہ دو مشکل کاموں میں سے اپنے لیے مشکل ترین کا انتخاب کرتے۔

21. کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم ہوتا تو اس کے انتقام کے لیے نہ اٹھتے مگر یہ کہ وہ ظلم حرمت الٰہی کا سبب ہو تو پھر غمگین بھی ہوتے۔
22. کبھی بھی سائل آپ کے سامنے سے خالی ہاتھ واپس نہ جاتا۔
23. کبھی بھی ٹیک لگا کر کھانا نہ کھاتے۔
24. نماز پر سکون حالت اور خطبات کو مختصر رکھتے۔
25. لوگ آپ کی خوشبو سے آپ کے وجود کو محسوس کرتے۔
26. دسترخوان سے صرف اپنے سامنے سے غذا تناول فرماتے۔
27. جب کوئی آپؐ کے گھر مہمان ہوتا تو سب سے پہلے کھانا شروع کرتے اور سب سے آخر تک کھاتے رہتے تاکہ مہمان کھانے میں شرمندگی نہ کریں۔
28. پانی کو تین سانس میں پیتے۔
29. دائیں ہاتھ کے سوا نہ کسی کو کوئی دیتے نہ لیتے اور نہ کھاتے۔
30. جب بھی دعا کرتے تین مرتبہ کرتے، جب کلام کرتے تو آپؐ کی بات میں تکرار نہ ہوتی۔
31. اگر کسی کے گھر جانا ہوتا تو تین مرتبہ دروازہ پر دستک دیتے۔
32. آپؐ کی بات واضح ہوتی اور ہر کسی کو بخوبی سمجھ آجاتی تھی۔
33. اپنے سامنے مخاطب افراد کی طرف مساوی طور پر دیکھتے۔
34. جب بھی لوگوں سے ہمکلام ہوتے تو آپؐ کے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی۔

(تفسیر نور، ج:10، ص189-190، اردو)

📖 ایک حدیث میں حضرت امام حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام سے آ یاہے ، کہ آپ نے فرمایا:

میں نے اپنے پدرِ بزرگوار امیر المومنین علی علیہ السلام سے پیغمبر کی زندگی کی خصوصیا ت اور آپ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیاتومیرے والد نے تفصیل کے ساتھ مجھے جواب دیا .اس حدیث کے ایک حصّہ میں آ یاہے :

اپنے پاس بیٹھنے والوں کے ساتھ پیغمبر(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رفتار اس طرح تھی کہ آپ خوشرو، خنداں ، خلیق اور نرم رہتے تھے ،اور کبھی بھی سخت مزاج ،سنگدل ، پُرخاش رکھنے والے ، سخت زبان ،عیب جو اور تعریف پسند نہ تھے . کوئی شخص آپ سے مایُوس نہ ہوتاتھا، جو شخص بھی آپ کے گھر کے در وازے پر آ تا مایوس وناامید نہ لوٹتا تھا .تین چیزوں کوآپ نے اپنے سے الگ کررکھا تھا ،گفتگو میںجھگڑنا،زیادہ باتیں کرنا، اورایسے کام میں دخل دینا جوآپ سے مربُوط نہ ہو .اسی طرح تین چیزوں کولوگوں کے بارے میں چھوڑ رکھاتھا ، کسِی کی مذمّت نہیں کرتے تھے ، کسِی کو سرزنش نہیں کرتے تھے اورلوگوں کے پوشیدہ عیوب اورلغز شوں دکی جستجو نہیں کرتے تھے .آپ ہرگز کوئی گفتگو نہیں کرتے تھے سوائے ان امور کے بارے میں جن میں حصولِ ثواب کی اُمید ر کھتے تھے ، گفتگو ایسی موثر ہوتی تھیں کہ تمام سننے والے لوگ سکوت اختیا کر لیتے تھے اوراراپنی جگہ سے ہلتے تک نہیں تھے .جب آپ خاموش ہوجاتے توپھر وہ لوگ بولتے ، لیکن وہ آپ کے پاس نزاع اورجھگڑانہیں کرتے تھے ، جب کوئی اجنبی اورنا واقف آدمی سختی سے بات کرتا اور درخواست کرتاتوآپ تحمّل سے کام لیتے اوراپنے اصحاب سے فر ماتے : جب کسِی کو دیکھو کہ وہ کوئی حاجت رکھتاہے تواس کی حاجت پُوری کرو ، آپ ہرگز

کسِی کی بات کونہیں کاٹتے تھے جب تک کہ اس کی بات ختم نہ ہوجا تی

(۱)۔ ۱۔ معانی الاخبار ،صفحہ ۸۳ (تھوڑی سی تلخیص کے ساتھ)

(تفسیر نمونہ)

کون ہے مفتون

5۔ فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُوۡنَۙ ۵

عنقریب آپ بھی دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔

— (محمد حسین نجفی)

6۔ بِاَيِّىكُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ٦

کہ تم میں سے کون مفتون ہے۔

(اظھر)

✎ مفتون لفظ فتنہ سے ہے، کچھ مترجمین نے ترجمہ "فتنہ" ہی کیا ہے، کہ "تم میں سے کون فتنے میں مبتلا تھا-"(اسرار)... اور کچھ نے پچھلی آیت کی مناسبت سے جنون/مجنون ہی لکھا ہے۔

🕮 مَجْنُوْن' کے بجاے'مَفْتُوْن'کا لفظ کس قدر بلیغ استعمال ہوا ہے۔ گویا قرآن نے بتا دیا ہے کہ جو لوگ دنیا اور شیطان کے فتنوں میں پھنسے ہوئے ہوں، وہی اصلی مجنون ہوتے ہیں۔ (غامدی)

⮪ اِنَّ المُجرِمِينَ فِي ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ(قمر، 54:47) یقیناً مجرمین ضلال اور جنون میں ہیں۔

7۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ۷

بیشک تمھارہ رب وہ جانتا ہے اسکو جو اسکی سبیل سے گمراہ ہے، اور وہ جانتا ہے ہدایت یافتہ کو بھی۔

(اظھر)

آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی

8۔ فَلَا تُطِعِ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ۸

لہذا مکذبین کی اطاعت نہ کریں۔

(اظھر)

9۔ وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُوۡنَ ۹

وہ چاہتے ہیں کہ (کاش) آپ ذرا نرم ہوجائیں تو یہ بھی نرم ہوجائیں۔

(علامہ جوادی)

- **وَ لَا تَرۡكَنُوۡۤا اِلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا (ھود، 11:113)**
  ان ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکنا۔

- **وَلَوۡلَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰكَ لَقَدۡ كِدۡتَّ تَرۡكَنُ اِلَيۡهِمۡ شَيۡـًٔا قَلِيۡلًا ۷۴ (17:74)**
  اور بعید نہ تھا کہ اگر تمہیں مضبوط نہ رکھتے تو تم ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھک جاتے۔

- **اِلَىَّ‌ ؕ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۱۵ (10:15)**
  اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے"

- **وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ(مائدہ، 5:49)**
  ہوشیار رہو کہ یہ لوگ تم کو فتنہ میں ڈال کر اس ہدایت سے ذرہ بھر منحرف نہ کرنے پائیں جو خدا نے تمہاری طرف نازل کی ہے--

📖 **یہ لوگ ان حربوں پر اس لئے اُتر آئے ہیں کہ یہ چاہتے ہیں کہ تو اس قسم کے طعن وتشنیع سے تنگ آکر مفاہمت پر آمادہ ہوجائے۔ یعنی‘ کچھ تو**

اپنے مقام سے ہٹے کچھ یہ نرم پڑیں' اور اس طرح تم دونوں میں مفاہمت (COMPROMISE) کی شکل پیدا ہوجائے ۔ لیکن تم ان کی بات بالکل نہ ماننا۔ (اس لئے کہ جو شخص حق پر ہو اس کے لئے اپنے مقام سے ذرا سا ہٹ جانا بھی اس کی شکست ہے۔ حق اپنے مقام سے ہٹا تو باطل ہو گیا۔اس کے برعکس' باطل' کوئی بھی مقام اختیار کرلے' اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ وہ پہلے بھی باطل تھا' پھر بھی باطل رہے گا۔ صحیح جواب ایک ' اور صرف ایک ہوتا ہے۔ غلط' سینکڑوں ہو سکتے ہیں۔(مفہوم القرآن)

📖 کفار یہ چاہتے تھے کہ پیغمبر اسلامؐ اپنی دعوت حق میں کچھ نرمی کریں یعنی وہ اپنے پروردگار کی توحید کی طرف بلانے اور ان کے معبودوں کی مذمت کرنے میں سختی نہ کریں تو ہم بھی آپ کی مخالفت میں کمی کردیں گے بلکہ بعض آثار سے واضح ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس سلسلہ میں چند احمقانہ تجاویز بھی پیش کی تھیں منجملہ ان کے ایک یہ تھی کہ آنحضرتؐ کبھی ہمارے معبودوں کی پرستش کرلیا کریں اور کبھی ہم ان کے معبود کی عبادت کرلیں گے۔ مگر قرآن اور بانی اسلام نے اس مداہنت کو مسترد کردیا اور ایسی دوغلی پالیسی اختیار کرنے سے صف انکار کردیا اور واضح کردیا کہ اصول پر سودے بازی کرنے کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (فیضان الرحمٰن)

10- وَلَا تُطِعۡ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيۡنٍۙ‏ ١٠

اور آپ مت مانیے کسی (ایسے شخص) کی بات جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی گھٹیا ہے۔

— (اسرار احمد)

11- هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيۡمٍۙ ۱۱

طعنے دے چغلی کھاتا پھرے۔

(شیخ الھند)

📖 حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے:

اسوء الصدق النمیمۃ۔

بدترین سچائی چغل خوری ہے۔(غررالحکم نصیحت ۴۴۵۲)

حدیث نبوی ہے:

الْبَخِیْلُ مُبَغَّضٌ فِی السَّمٰوَاتِ مُبَغَّضٌ فِی الْاَرْضِ....

بخیل آسمانوں میں مبغوض اور زمین میں بھی مبغوض ہے۔(الکافی ۴: ۳۹)(تفسیر کوثر)

12- مَّنَّاعٍ لِّلۡخَيۡرِ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍۙ ۱۲

خیر سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار۔

— (اسرار احمد)

📖 مُعتَدٍ: تجاوز کار۔ حد سے آگے جانے والا۔ اخلاق اور فرائض کی حدود کی پاسداری نہ کرنے والا۔ قانون، اخلاق اور احکام کی حدوں کا احترام نہ کرنے والا۔ دوسروں کے حقوق عزت آبرو پر ڈاکہ ڈالنے والا۔ (کوثر)

13- عُتُلٍّۢ بَعۡدَ ذٰلِكَ زَنِيۡمٍۙ ۱۳

سخت مزاج (گنوار) اور ان (سب بری صفتوں) کے بعد یہ بداصل بھی ہے۔

(اسرار احمد + نجفی)

📖 "زنیم" اسے کہا جاتا ہے کہ جس کا اصل ونسب واضح نہ ہو یا کسی قوم کے ساتھ نسبت نہ دی گئی ہو۔ (نور)

📖 "هماز، مناع، معتد اور اثیم" کفار کی صفات میں سے ہیں، جب بھی کسی مسلمان میں یہ صفات پائی جائیں کفار کےنزدیک ہوجاتا ہے۔

تین گروہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے

📖 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین گروہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے: جواظ، جعظری، اور عتل زنیم۔ راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: جواض کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کل جماع متاع۔ ہر وہ شخص جو دن رات مال جمع کرنے کی فکر و سعی میں ہے اور بخل سے کام لیتا ہے۔ میں نے عرض کیا: جعظری کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو سخت مزاج اور تندخو ہے۔ پھر میں نے آپؐ کے حضور عرض کیا: عتل زنیم کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو شکم پروری کرتا ہے، بداخلاق ہے اور ظلم و جبر سے کام لیتا ہے۔ (تفسیر نورالثقلین)

ولید بن مغیرہ

✎ روایات میں بتایا گیا، یہ تعریف "ولید بن مغیرہ" کی ہو رہی۔ اور سورہ مدثر میں آیت 11 سے 26 تک بھی جس کا ذکر ہوتا، وہ بھی ولید بن مغیرہ کے بارے میں ہیں۔ جس کی 26ویں آیت کہتی۔ سأُصلیہ سقر: ہم عنقریب اسے جھنم واصل کریں گے۔ پر سورہ مدثر کی آیات کے ضمن میں ولید بن مغیرہ کے بارے میں کچھ مفسرین – بشمول اسرار احمد کہتے ہیں،

"بنیادی طور پر بہت ذہین اور سمجھ دار شخص تھا۔" پر ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو اس کی تعریف بیان کی اس سے واضح طور پر پتا چلتا کہ وہ بنیادی طور پر بالکل گھٹیا قسم کا، نیچ، عیب جو، حد سے بڑھنے والا، ہر وقت دوسروں کی برائی، چغلی کرنے والا، جبکہ خود گناہگار، گنوار اور ولدالزنا بھی ہے۔ ایسا شخص یقیناً کوئی عقلمند یا سمجھ دار نہیں ہوسکتا۔ (واللہ اعلم)

14- اَنۡ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيۡنَؕ ١٤

اس لیے کہ یہ مال اور بیٹوں والا ہے۔

(اظھر)

مدثر، 74:12، مدثر، 74:13

15- اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ١٥

جب اسے ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

— (اسرار احمد)

16- سَنَسِمُهٗ عَلَى الۡخُرۡطُوۡمِ ١٦

ہم عنقریب اس کی سونڈ پر داغ لگائیں گے۔

— (اسرار احمد)

بعض نے کہاہے کہ ناک پرعلامت لگانا جنگ بد ر میں عملی طورپر صورت پذیر ہوگیا کہ کفر کے بعض سرغنوں کی ناک پراس طرح سے ضرب لگی کہ اس کی علامت باقی رہی . اگریہاں ولید بن مغیرہ ہی مُراد ہوتو تاریخ یہ کہتی ہے کہ وہ جنگِ بدر سے پہلے ہی ذلت وخواری کے ساتھ دنیا سے

رخصت ہوگیاتھا .لیکن اس کے علاوہ کوئی اور شخص مراد ہوتوپھر وہ بات ممکن ہے جوامام علی علیہ السلام بن الحسین علیہ اسلام کے شام کے مشہور خطبہ میں بھی آ ئی ہے "" انا ابن من ضرب خراطیم الخلق حتی قالوا لاالہٰ الااللہ "" ! میں اس کابیٹا ہوں جس نے مشر کین کی نا کوں پر ضرب لگا ئی ، یہاں تک کہ انہوں نے لاالہٰ الااللہ پڑ ھ لیا(اس سے مراد امیر المو منین علی علیہ السلام ہیں .بحارالانوارجلد ٤٥ ،صفحہ ١٣٨). (نمونہ)

باغ والوں کا قصہ

17- اِنَّا بَلَوۡنٰهُمۡ كَمَا بَلَوۡنَاۤ اَصۡحٰبَ الۡجَـنَّةِ‌ ۚ اِذۡ اَقۡسَمُوۡا لَيَصۡرِمُنَّهَا مُصۡبِحِيۡنَۙ‏ ١٧

یقینا ہم نے ان (اہل مکہ) کو اسی طرح آزمایا ہے جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا، جبکہ انہوں نے قسم کھائی کہ وہ ضرور اس کا پھل توڑ لیں گے صبح سویرے۔

— بیان القرآن (اسرار احمد)

📖 ایک بزرگ شخص اپنے باغ کا پھل گھر لانے سے پہلے اپنی ضرورت سے زائد پھل غریبوں میں تقسیم کیا کرتا تھا مگر اس شخص کی وفات کے بعد ایک فرزند کے سوا باقی سب نے باپ کی اس روایت کو ترک کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس ایک فرزند نے باقیوں کو تنبیہ بھی کی کہ مسکینوں کو کچھ نہ دینے کا فیصلہ نہ کرو لیکن وہ اپنے فیصلے پر ڈٹے رہے تو اللہ تعالیٰ نے راتوں رات سارا باغ تباہ کر دیا۔ (کوثر)

17- وَلَا يَسۡتَثۡنُوۡنَ ١٨

اور انہوں نے کوئی استثناء نہیں کیا تھا (انشاء اللہ نہیں کہا تھا)۔
(حسین نجفی)

📖 انہوں نے اس میں سے محتاجوں اور مسکینوں کے لئے ذرا سا حصہ بھی الگ کرنے کا ارادہ نہ کیا تھا۔ (مفہوم القرآن)

📖 وَ لَا یَستَثنُونَ: وہ استثنا نہیں کر رہے تھے یعنی وہ اپنے فیصلے کے وقت اللہ کی مشیت و ارادے کا حوالہ نہیں دیتے تھے اور انشاء اللہ نہیں کہتے تھے۔ انہیں اپنی تدبیر پر ناز تھا۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ مسکینوں کے لیے کچھ نہیں چھوڑتے تھے۔ وہ بلا استثنا سارا مال خود لینا چاہتے تھے۔(کوثر)

📖 اوراس میں کسِی قسم کااستثناء نہ کرینگے اورحاجت مندوں کے لیے کوئی چیزبھی نہ رہنے دیں (وَ لا یَسْتَثْنُونَ)۔

ان کا یہ ارادہ اس بات کی نشان دہی کرتاہے کہ یہ کام ضرورت کی بناء پر نہیں تھا ،بلکہ یہ ان کے بخل اور ضعفِ ایمان کی وجہ سے تھا .کیونکہ انسان چاہے کتنا ہی ضرورت مندکیوں نہ ہو ، اگروہ چاہے توکثیر پیدا وار والے باغ میں سے کچھ نہ کچھ حصّہ حاجت مندوں کے لیے مخصوص کرسکتاہے ۔ (نمونہ)

19- فَطَافَ عَلَيۡهَا طَآئِفٌ مِّنۡ رَّبِّكَ وَهُمۡ نَآئِمُوۡنَ ١٩

پس ایک پھرنے والا پھر گیا اس (باغ) پر آپ کے رب کی طرف سے جبکہ وہ ابھی سوئے ہوئے ہی تھے۔
— (اسرار احمد)

20- فَاَصۡبَحَتۡ كَالصَّرِيۡمِۙ ٢٠

تو وہ ایسے ہوگیا جیسے کٹی ہوئی فصل ہو۔

— (اسرار احمد)

21- فَتَنَادَوۡا مُصۡبِحِيۡنَۙ ٢١

اب صبح ہی صبح انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔

— (اسرار احمد)

22- اَنِ اغۡدُوۡا عَلٰى حَرۡثِكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰرِمِيۡنَ ٢٢

کہ صبح سویرے چلو اپنے کھیت کی طرف اگر تم پھل توڑنا چاہتے ہو۔

— (اسرار احمد)

- **اسی سورہ میں دو مرتبہ بخل پر تنقید کی گئی ہے ایک مرتبہ مناع للخیر والی آیت میں اور ایک اس داستان میں۔ (نور)**
- **گناہ محرومیت کا سبب ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:**

  ان الرجل لیذنب فیہ، عنہ الرزق (تفسیر نورالثقلین) (تفسیر نور)
- **جو شخص گناہ کرتا ہے اتنا ہی رزق الٰہی سے محروم ہوجاتا ہے جیسا کہ روایت میں آیا ہے بعض اوقات انسان گناہ کی وجہ سے نماز سے محروم ہوجاتا ہے۔ (تفسیر مراغی) (نور)**

- 🕮 اصول کافی میں منقول ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کا رزق اس سے منقطع کردیا جاتا ہے۔ بعدازایں آپؑ نے ان زیر بحث آیات کی تلاوت فرمائی۔ (نورالثقلین)
- 🕮 قہر الٰہی صرف آخرت کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ بعض دنیا میں بھی بہت جلد واقع ہوجاتا ہے۔ (نور)
- 🕮 وہ دولت و ثروت جس سے فقراء اور نادار بہرہ مند نہ ہوں اس کا نہ ہونا ہی بہتر ہے۔ (نور)
- 🕮 حرص و بخل مال و ثروت میں اضافہ کا سبب نہیں (نور)

23- فَانۡطَلَقُوۡا وَهُمۡ يَتَخَافَتُوۡنَۙ ۲۳

پھر یہ سب چپکے چپکے یہ باتیں کرتے ہوئے چلے۔

(جوناگڑھی)

24- اَنۡ لَّا يَدۡخُلَنَّهَا الۡيَوۡمَ عَلَيۡكُمۡ مِّسۡكِيۡنٌۙ ۲٤

کہ خبردار! آج تمہارے پاس اس (باغ) میں کوئی مسکین نہ آنے پائے۔

(نجفی)

وَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰى حَقَّهٗ وَالۡمِسۡكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ (اسراء، 17:26)

اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو

25- وَّغَدَوۡا عَلٰى حَرۡدٍ قٰدِرِيۡنَ ۲۵

اور وہ صبح سویرے چلے جلدی جلدی (یہ سمجھتے ہوئے) کہ وہ اس ارادہ پر پوری طرح قادر ہیں۔

— (اسرار احمد)

✎ قدرت کا اختیار صرف قادر مطلق کو ہے، جس نے زمین پر خود کو قادر اور حاکم سمجھا اور جو اکڑ کر چلا، اُسے منھ کی کھائی۔

26- فَلَمَّا رَاَوۡهَا قَالُوۡۤا اِنَّا لَضَآلُّوۡنَۙ ٢٦

پھر جب دیکھا تو کہا یقیناً ہم بھٹک گئے ہیں۔

(اظھر)

27- بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ ٢٧

(نہیں نہیں باغ تویہی ہے) بلکہ ہم محروم ہوگئے ہیں۔

(اسرار+نجفی)

🕮 اگر دوسروں کو ایک جہت سے محروم کریں گے تو چند جہات سے (خود) محروم ہوجائیں گے۔ (پھل سے محروم، پاداش الٰہی سے محروم فقراء کی دعا سے محروم، والد کی روح کی رضایت سے محروم، اجتماعی عزت سے محروم) (نور)

28- قَالَ اَوۡسَطُهُمۡ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ لَوۡلَا تُسَبِّحُوۡنَ ٢٨

ان میں سے اوسط (منصف مزاج) نے کہا: میں نے تمہیں نہیں کہا تھا تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔

(اظھر)

سورہ یٰس، مومن اٰل یٰس، 36:20

✎ اقلیت میں صحیح (بلکہ) فرد واحد کی صحیح، بندہ حق بات کہنے سے نہ جھجھکے۔

📖 اوسط (لسان العرب) میں کہا جاتا ہے: انہ کان من اوسط قومہ۔ وہ اپنی قوم کا بہتر آدمی تھا۔ اسی سے ہے: وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا.... (۲ بقرۃ: ۱۴۳)

قَالَ اَوۡسَطُہُمۡ: ان میں سے زیادہ معتدل اور زیادہ بہتر شخص نے کہا:... (تفسیر کوثر)

29- قَالُوۡا سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ ۲۹

کہا سبحان ربنا یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔

(اظھر)

30- فَاَقۡبَلَ بَعۡضُہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ یَّتَلَاوَمُوۡنَ ۳۰

پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر ملامت کرنے لگے

(نجفی)

31- قَالُوۡا یٰوَیۡلَنَاۤ اِنَّا کُنَّا طٰغِیۡنَ ۳۱

(اور) کہنے لگے وائے ہو ہم پر! ہم ہی تھے حد سے بڑھنے والے

(نجفی+محمودالحسن)

📖 یہ نکتہ بھی قابلِ توجّہ ہے کہ عرب جب کسِی مصیبت میں گرفتار ہوتے یاکسِی چیز سے نفرت کااظہار کرناچاہتے تھے توکبھی "ویس" کہتے تھے اور کبھی "ویح" اور کبھی "ویل" جن میں سے پہلا مصیبت میں خفیف ، دوسرا زیادہ شدید اورتیسرا سب سے زیادہ شدید ہے اور یہ اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ باغ والے اپنے آپ کوشدید ترین سرزنش کا مستحق سمجھتے تھے ۔(نمونہ)

32- عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ٣٢

اُمید ہے ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر عطا کر دے گا اب ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

— (اسرار احمد)

33- كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ٣٣

ایسا ہوتا ہے عذاب، اور یقیناً آخرت کا عذاب اکبر ہے، کاش کہ یہ لوگ جان لیتے۔

(مودودی+اظهر+نجفی)

حق الحصاد

📖 خصوصاً باغ اور زراعت کے بارے میں اسلامی روایات میں یہ حکم دیاگیاہے کہ حاضر آنے والے ضر ور تمندوں کوایک حصّہ دیں، جو آ یہ ٔ شریفہ (وَاٰتُوا حَقَّهٗ يَومَ حَصَادِهٖ ۖ) اس کاحق فصل کاٹنے کے وقت دے دو (سورہ انعام، آیت ۱٤۱) سے اقتباس کرتے ہُوئے حق الحصاد کے عنوان سے مشہور ہُوا ہے. وہ ایک ایساحق ہے جو زکوٰۃِ معروف کے حق سے الگ ہے اس سے مراد وہ چیز جوپھل توڑنے یا ذراعت کاٹنے کے موقع پر حاضر آنے والے ضرورتمندوں کو دی جاتی ہے اوراس کی کوئی حد معیّن نہیں ہے .اس موضوع سے مربوط روایات کاوسائل الشیعہ کی جلد ٦، ابواب ذکوٰۃ الغلات باب ۱۳ میں اور سنن بہیقی جلد٤،صفحہ ۱۳۳ میں مطالعہ فرمائیں۔ (نمونہ)

سورہ کہف کے باغ والوں کا قصه:

(اے نبی ؐ) ان کے سامنے مثال پیش کر دو ۔ دو شخص تھے۔ ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیئے اور ان کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑھ لگائی اور ان کے درمیان کاشت کی زمین رکھی۔ 32

دونوں باغ خوب پھلے پھولے اور بار آور ہونے میں انہوں نے ذرا سی کسر بھی نہ چھوڑی اُن باغوں کے اندر ہم نے ایک نہر جاری کر دی۔ 33

اوراُسے خوب نفع حاصل ہوا یہ کچھ پا کر ایک دن وہ اپنے ہمسائے سے بات کرتے ہوئے بولا "میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقتور نفری رکھتا ہوں" 34

وہ اپنی جنّت میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا”میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی 35

اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی۔ تاہم اگر کبھی مجھے اپنے ربّ کے حضُور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اِس سے بھی زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا۔“ 36

اُس کے ہمسائے نے گفتگو کرتے ہوئے اُس سے کہا”کیا تُو کُفر کرتا ہے اُس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیااور تجھے ایک پورا آدمی بنا کر کھڑا کیا؟ 37

رہا میں، تو میرا رب تو وہی اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ 38

ور جب تُو اپنی جنّت میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت تیری زبان سے یہ کیوں نہ نکلا کہ ماشاء اللہ، لاقوۃ اِلّا باللّٰہ؟ 1اگر تُو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر پا رہا ہے۔ 39

تو بعید نہیں کہ میرا رب مجھے تیری جنت سے بہتر عطا فرما دے اور تیری جنت پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے۔ 40

یا اس کا پانی زمین میں اتر جائے اور پھر تو اسے کسی طرح نہ نکال سکے"۔ 41

اور اس کا سارا ثمر سمیٹ لیا گیا تو وہ ہاتھ ملتا رہ گیا اس پر جو کچھ اس نے اس میں خرچ کیا تھا اور وہ (باغ) گرا پڑا تھا اپنی چھتریوں پر اور وہ کہہ رہا تھا ہائے میری شامت کاش میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا۔ 42

اور نہ ہوئی اس کے لیے کوئی جماعت جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کو آتی اور نہ وہ خود ہی انتقام لینے والا بن سکا۔ 43

اس وقت معلوم ہوا کہ کارسازی کا اختیار خدائے برحق ہی کے لیے ہے، انعام وہی بہتر ہے جو وہ بخشے اور انجام وہی بخیر ہے جو وہ دکھائے۔ 44

اور اے نبی ؐ ، اِنہیں حیاتِ دُنیا کی حقیقت اِس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسا دیا تو زمین کی پَود خُوب گھنی ہو گئی، اور کل وہی نباتات بھُس بن کر رہ گئی جسے ہوائیں اُڑائے لیے پھرتی ہیں۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ 45

مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں بہت بہتر ہیں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے بھی اور امید کے اعتبار سے بھی۔ 46

کیا نیک و بد برابر ہو سکتے؟

34- اِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ٣٤

متقین کے لیے یقینا ان کے رب کے پاس نعمت والے باغات ہیں۔

— (اسرار احمد)

35- اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ كَالۡمُجۡرِمِيۡنَؕ ٣٥

کیا ہم مسلمین کو مجرمین کے جیسا (برابر) بنادیں۔

(اظھر)

قرآن میں ایسی متعدد مثالین بیان کی گئی... مثال

- قُل لَّا يَسْتَوِى ٱلْخَبِيثُ وَٱلطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ ٱلْخَبِيثِ ۚ فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ يَـٰٓأُو۟لِى ٱلْأَلْبَـٰبِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (مائدہ، 5:100)

کہہ دیجیے خبیث اور طیب برابر نہیں ہیں، خواہ خبیث کی کثرت کتنی ہی اچھی لگے، پس عقل والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

- أَفَمَنِ ٱتَّبَعَ رِضْوَٰنَ ٱللَّهِ كَمَنۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَمَأْوَىٰهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ (آل عمران، 3:162)

تو کیا بھلا وہ شخص جس نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اس کی مانندہو جائے گا جو اللہ کے غضب اور غصے کو کما کر لوٹا ؟ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے پہنچنے کی

- --- إِلَىَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ (انعام، 6:50)

کہہ دیجیے کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتی ہیں، کیا تم غور نہیں کرتے۔

- اَوَمَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا‌ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (انعام، 6:122)

بھلا جو کوئی تھا مردہ پھر ہم نے اسے زندہ کردیا اور ہم نے اس کے لیے روشنی کردی اب اس کے ساتھ وہ چل رہا ہے لوگوں کے مابین کیا وہ اس شخص کی طرح ہوجائے گا جو اندھیروں میں (بھٹک رہا) ہو اور اس سے وہ نکلنے والا بھی نہ ہو اسی طرح مزین کردیا گیا ہے ان کافروں کے لیے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔

- مَثَلُ الۡفَرِيۡقَيۡنِ كَالۡاَعۡمٰى وَالۡاَصَمِّ وَالۡبَصِيۡرِ وَالسَّمِيۡعِ‌ؕ هَلۡ يَسۡتَوِيٰنِ مَثَلًا‌ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ (ھود، 11:24)

کافر اور مسلمان کی مثال اندھے بہرے اور دیکھنے سننے والے کی ہے، تو کیا دونوں مثال کے اعتبار سے برابر ہوسکتے ہیں، تمہیں ہوش کیوں نہیں آتا ہے۔

- قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِى ٱلظُّلُمَـٰتُ وَٱلنُّورُ ۗ--- (رعد، 13:16)

کہو ، کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوا کرتا ہے ؟ کیا روشنی اور تاریکیاں یکساں ہوتی ہیں ؟

- خدا ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے جو (بالکل) دوسرے کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے ہاں سے (بہت سا) مال طیب عطا فرمایا ہے اور وہ اس میں سے (رات دن) پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا رہتا ہے تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ (ہرگز نہیں) الحمد للہ لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں سمجھ رکھتے۔ (نحل، 16:75)

- اللہ ایک اور مثال دیتا ہے۔ دو آدمی ہیں۔ ایک گونگا بہرا ہے ، کوئی کام نہیں کر سکتا ، اپنے آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے، جدھر بھی وہ اسے بھیجے کوئی بھلا

کام اُس سے بن نہ آئے۔ دُوسرا شخص ایسا ہے کہ انصاف کا حکم دیتا ہے اور خود راہِ راست پر قائم ہے۔ بتاوٴ کیا یہ دونوں یکساں ہیں؟ (نحل، 16:76)

- أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَّا يَسْتَوُۥنَ (سجدہ، 32:18)
  تو بھلا جو کوئی مؤمن ہے کیا وہ اس کی مانند ہوجائے گا جو فاسق ہے ! وہ (دونوں) ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔

- وَمَا يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ (فاطر، 35:19)
  اور برابر نہیں ہوسکتے اندھا اور دیکھنے والا

- وَلَا ٱلظُّلُمَـٰتُ وَلَا ٱلنُّورُ (فاطر، 35:20)
  اور نہ ظلمات اور نہ نور(برابر ہوسکتے ہیں)

- وَلَا ٱلظِّلُّ وَلَا ٱلْحَرُورُ (فاطر، 35:21)
  اور نہ سایہ (ٹھنڈی چھائوں)، اور نہ دھوپ

- وَمَا يَسْتَوِى ٱلْأَحْيَآءُ وَلَا ٱلْأَمْوَٰتُ ۔۔۔ (فاطر، 35:22)
  اور نہ ہی برابر ہیں زندہ اور نہ مردے

- بھلا وہ شخص جو بندگی کرنے والا ہے رات کی گھڑیوں میں سجود و قیام کرتے ہوئے وہ آخرت سے ڈرتا رہتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار بھی ہے (اے نبی ﷺ !) آپ کہہ دیجیے کہ کیا برابر ہوسکتے ہیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے ؟ حقیقی نصیحت اور سبق تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔(ترجمہ اسرار) (زمر، 39:9)

- کیا وہ شخص جو روز قیامت بدترین عذاب کا بچاؤ اپنے چہرہ سے کرنے والا ہے نجات پانے والے کے برابر ہوسکتا ہے اور ظالمین سے تو یہی کہا جائے گا کہ اپنے کرتوت کا مزہ چکھو۔ (جوادی) (زمر، 39:24)

- وَمَا يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ وَلَا ٱلْمُسِىٓءُ ۚ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ (غافر، 40:58)

  اور برابر نہیں ہیں اندھا اور دیکھنے والا، اور (برابر نہیں ہیں) جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا اور نہ بدکار، کتنا کم تم نصیحت سمجھتے۔

- وَلَا تَسْتَوِى ٱلْحَسَنَةُ وَلَا ٱلسَّيِّئَةُ ۚ--- (فصلت، 41:34)

  اور نیکی اور بدی برابر نہیں۔

- لَا يَسۡتَوِىۡۤ اَصۡحٰبُ النَّارِ وَاَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ‌ؕ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ هُمُ الۡفَآٮِٕزُوۡنَ (حشر، 59:20)

  برابر نہیں ہوسکتے آگ والے اور جنت والے۔ یقینا جنت والے ہی کامیاب ہوں گے۔

36- مَا لَكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ‌ۚ ٣٦

تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کیسے حکم لگاتے ہو؟

— (اسرار احمد)

37- اَمۡ لَكُمۡ كِتٰبٌ فِيۡهِ تَدۡرُسُوۡنَۙ ٣٧

کیا تمہارے پاس کوئی(آسمانی) کتاب ہے جس میں تم (یہ) پڑھتے ہو؟

(نجفی)

38- إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ٣٨

که تمہارے لئے اس میں وہ کچھ ہے جو تم پسند کرتے ہو؟

(نجفی)

39- أَمْ لَكُمْ أَيْمَـٰنٌ عَلَيْنَا بَـٰلِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ٣٩

کیا تم نے ہم سے روزِ قیامت تک کی کچھ قسمیں لے رکھی ہیں کہ تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جس کا تم فیصلہ کروگے۔

(علامه جوادی)

40- سَلۡهُمۡ اَیُّهُمۡ بِذٰلِكَ زَعِیۡمٌ ۚ ٤٠

ان سے پوچھو ان میں سے کون اس (بے بنیاد دعویٰ) کا ضامن ہے؟

(اظهر)

41- اَمۡ لَهُمۡ شُرَکَآءُ ۚ فَلۡیَاۡتُوۡا بِشُرَکَآئِهِمۡ اِنۡ کَانُوۡا صٰدِقِیۡنَ ٤١

کیا ان کے کوئی شریک ہیں؟ تو لائیں یہ اپنے شریکوں کو اگر یہ سچے ہیں!

— (اسرار احمد)

- سورہ فاطر 35:40، زخرف 43:20، سبا 34:27

📖 اِس طرح اوپر والی آیات سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ انہیں اپنے مدّعا کوثابت کرنے کے لیے، کہ وہ مومنین کے ہم پلّہ بلکہ ان سے افضل وبرتر ہیں، چار میں سے کسِی ایک وسیلہ کے ساتھ متمسک ہونا پڑے گا. یاعقل سے کوئی دلیل یاآسمانی کتابوں میں سے کوئی کتاب، یاخدا کی طرف سے کوئی عہدو پیمان، یاشفاعت کرنے والوں کی شفاعت اور گواہوں کی

گواہی. چونکہ ان تمام سوالات کاجواب نفی میں ہے، اس بناء پر مذ کورہ دعویٰ کلّی طورپر بے بنیاد اور بے قدر و قیمت ہے۔(نمونہ)

42- يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَۙ ٤٢

جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور انہیں سجدوں کی دعوت دی جائے گی اور یہ (سجدہ) نہ کر سکیں گے۔

(علامہ جوادی)

📖 یوم یُکشف عن ساق: جب کوئی ہنگامی حالت اور غیر معمولی سختی پیش آتی ہے تو لوگ اس سے نمٹنے کے لیے آمادگی کے طور پر کپڑے سمیٹ لیتے ہیں پنڈلی کھول لیتے ہیں. چناچہ غیر معمولی حالت درپیش ہونے کی صورت میں کشف ساق ایک محاورہ ہے۔ (تفسیر کوثر)

📖 یکشف عن ساق: کے لفظی معنی ہیں جس دن پنڈلی کھولی جائے گی یعنی جب معاملہ بہت سخت ہوجائے گا۔ (فیضان الرحمٰن)

📖 اصل الفاظ ہیں یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ،"جس روز پنڈلی کھولی جائے گی"۔صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ الفاظ محاورے کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ عربی محاورے کے مطابق سخت وقت آپڑنے کو کشفِ ساق سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں اور ثبوت میں کلامِ عرب سے استشہاد کیا ہے۔ ایک اور اقوال جو ابن عباس اور ربیع بن انس سے منقول ہے اس میں کشفِ ساق سے مراد حقائق پر سے پردہ اٹھانا لیا گیا ہے۔ اس تاویل کی رو سے معنی یہ ہوں گے کہ جس روز تمام حقیقتیں بے

نقاب ہو جائیں گی اور لوگوں کے اعمال کھل کر سامنے آجائیں گے۔ (مودودی)

✎ سورہ قیامۃ میں ہم پڑھتے ہیں:

وَالتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ ٢٩ (قیامۃ، 75:29)

اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔

✎ جب مُردے کو دفنایا جاتا ہے دائیں پہلو، تو اس وقت اس کی یہ حالت ہوتی کہ پنڈلی کے اوپر پنڈلی آجاتی ہے۔ (پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جاتی۔)

✎ موت آپنے آپ میں ایک سخت چیز ہے، اور موت کے بعد تو ویسے بھی سارے حقائق سے پردہ ہٹ جانا ہے۔ جب قیامت کے دن دوبارہ اٹھایا جائے گا، اور پنڈلی سے پنڈلی کھل جائے گی... تو ممکن ہے یہ مفہوم ہو آیت کا کہ، اب لوگ سجدے کرنا چاہے گیں، اللہ کے حضور، پر جو دنیا میں سجدے کرنے سے سُست رہے، وہ اب بھی نہیں کر پائیں گے۔

43- خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ وَقَدۡ كَانُوۡا يُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ وَهُمۡ سٰلِمُوۡنَ ٤٣

ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہوگی، اور دراصل انہیں سجدوں کے لیے بلایا گیا (دنیا میں) جب وہ (صحیح) سلام تھے۔

(اظھر)

استدراج/تدریجاً

44- فَذَرۡنِیۡ وَمَنۡ یُّکَذِّبُ بِھٰذَا الۡحَدِیۡثِ ؕ سَنَسۡتَدۡرِجُھُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۙ ٤٤

پس مجھے چھوڑ دو اور جو بھی اس حدیث کو جھٹلائے، ہم بتدریج انہیں وہاں سے لے آئیں گے جہاں سے انہیں معلوم ہی نہیں ہوگا۔
(اظھر)

📖 (سو اے رسول! تم اپنے پروگرام کی تکمیل میں مصروفِ عمل رہو) اور ان لوگوں کو ' جو ہمارے قانون مکافات کی صداقت کو جھٹلاتے ہیں' ہمارے حوالے کر دو۔ ہم انہیں' بتدریج' آہستہ آہستہ' تباہی کی طرف لارہے ہیں۔ حتیٰ کہ انہیں اس مقام تک پہنچا دیں گے جہاں انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ وہ تباہی آکہاں سے گئی! (مفہوم القرآن)

📖 لفظ "استدراج" یعنی گام بہ گام، درجہ بدرجہ نزدیک ہونا اور اس سے مراد ہے خداوند عالم ایک گروہ کو گام بہ گام کھائی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ (نور)

📖 قرآن کریم میں بہت زیادہ آیات میں ہے کہ ہم گنہگاروں کو مہلت دیتے ہیں اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم انہیں پسند کرتے ہیں یا بھول گئے ہیں۔

📖 حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی گناہ انجام پایا اور گناہگار اسی طرح رفاہ و نعمت میں رہا یہ استدراج الٰہی کی علامت ہے۔ (تفسیر مجمع البیان) (تفسیر نور)

📖 کتاب علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کی بھلائی چاہتا ہے، جب وہ گناہ کرتا ہو تو اس پر کوئی مصیبت بھیج دیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بھلائی نہیں چاہتا، جب وہ گناہ کرتا ہے تو اس کی طرف نعمت بھیج دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ توبہ کو بھول جاتا ہے اور وہ پھر راہ پر رواں ہوجاتا ہے۔ اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: (سنستدرجهم من حيث لايعلمون) (نورالثقلین)

📖 اصول کافی میں منقول ہے: عمر بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور رزق کی دعا کی تو اللہ نے مجھے رزق عطا فرمایا: پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے فرزند کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا فرمایا: پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے گھر کا سوال کیا، اللہ نے مجھے گھر دے دیا، مجھے خوف ہوا کہ کہیں میں تدریجاً ہلاکت کی طرف تو نہیں جا رہا؟

آپؑ نے فرمایا: اگر یہ سب کچھ اس کی اطاعت اور بندگی میں مل رہا ہے تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ (نورالثقلین)

استدراج اور قیام پاکستان

📖 علماء کے ہاں ”استدراج“ کا لفظ بطور اصطلاح استعمال ہوتا ہے۔ اس سے مراد ایسا عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی ڈھیل سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے باعث کسی قوم یا کسی فرد پر درجہ بدرجہ درجہ ، تدریج اور استدراج کا مادہ ایک ہی ہے مسلط ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے غلط راستے پر جا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کچھ دیر کے لیے ڈھیل دیتا ہے ، بلکہ بعض اوقات اس راستے پر اسے طرح طرح کی کامیابیوں سے بھی نوازتا ہے تاکہ اس کے اندر کی خباثت پوری طرح سے ظاہر ہوجائے۔ جب وہ شخص اپنی روش کو کامیاب دیکھتا ہے تو سرکشی میں مزید دیدہ دلیری دکھاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی مہلت کا وقت پورا ہوجاتا ہے اور پھر اچانک اسے عذاب کے شکنجے میں کس لیا جاتا ہے۔

استدراج کی مثال کانٹے کے ذریعے مچھلی کے شکار کی سی ہے۔ شکاری جب دیکھتا ہے کہ مچھلی نے کانٹا نگل لیا ہے تو وہ ڈور کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے اور پھر جب چاہتا ہے ڈور کھینچ کر اسے قابو کرلیتا ہے۔ لفظ استدراج کی وضاحت کرتے ہوئے یہاں مجھے مولانا حسین احمد مدنی - کا وہ قول یاد آگیا ہے جس میں انہوں نے قیام پاکستان کے بارے میں کہا تھا کہ یہ استدراج بھی ہوسکتا ہے۔ مولانا صاحب رمضان ہمیشہ سلہٹ میں گزارتے تھے۔ 1946 ء کے رمضان میں انہوں نے کہہ دیا تھا کہ ملاء اعلٰی میں پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہوچکا ہے۔ اس کے ٹھیک ایک سال بعد اگلے رمضان لیلۃ القدر میں پاکستان کا قیام واقعتا عمل میں آگیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا مدنی رح کو بذریعہ کشف قیام پاکستان کے بارے میں جس فیصلے کا علم ہوا تھا ، ملاء اعلیٰ میں وہ فیصلہ 1946 ء کی

لیلۃ القدر میں اس اصول کے تحت ہوا تھا جس کا ذکر سورۃ الدخان کی آیت 4 میں آیا ہے۔ اس آیت میں لیلۃ القدر لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ کے بارے میں فرمایا گیا ہے : { فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ۔ } کہ اس رات میں آئندہ سال کے دوران رونما ہونے والے اہم امور کے فیصلے کردیے جاتے ہیں۔

مولانا صاحب نظریاتی طور پر قیام پاکستان کے مخالف تھے۔ ان کے اس انکشاف کے بعد ان کے عقیدت مندوں نے بجاطور پر ان سے پوچھا کہ اس فیصلے کا علم ہوجانے کے باوجود بھی آپ قیام پاکستان کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں ؟ اس پر مولانا صاحب رح نے جو جواب دیا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تکوینی کائنات کی سلطنت کا انتظامی فیصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس سے کیا منظور ہے ‘ اس کا ہمیں علم نہیں۔ ہمیں چیزوں کے ظاہر اور سامنے نظر آنے والے حالات کو دیکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیکھنے سننے ‘ سمجھنے وغیرہ کی صلاحیتیں اسی لیے دی ہیں کہ وہ ان صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے فیصلے کرے۔ چناچہ اس معاملے میں ہمیں وہی موقف اپنانا چاہیے جس میں ہمیں مسلمانانِ برصغیر کی بہتری نظر آتی ہو۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ اپنی حکمت اور مشیت کے مطابق کیا ہے۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیصلہ ”استدراج“ کی غرض سے کیا گیا ہو۔ یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خطے کے مسلمانوں کو ڈھیل دے کر انہیں عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہو۔

قیامِ پاکستان کے بعد کے حالات کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ مولانا مدنی رح کا خدشہ کافی حد تک درست تھا۔ اہل پاکستان پر عذاب کا ایک کوڑا تو 1971 ء میں برسا تھا۔ اس کے بعد بھی ملک کی مجموعی صورت حال کبھی تسلی بخش نہیں رہی ‘ بلکہ پاکستان کے موجودہ حالات کو دیکھ کر تو یوں لگتا ہے کہ اب ایک فیصلہ کن عذاب ہمارے سر پر آیا کھڑا

ہے۔ لیکن میری رائے میں اس کا سبب ”قیامِ پاکستان نہیں“ بلکہ بحیثیت قوم ہمارا وہ مجموعی طرزعمل ہے جو قیام پاکستان کے بعد ہم نے نظام اسلام کے حوالے سے اختیار کیا ہے۔ (بیان القرآن، اسرار احمد)

45- وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ٤٥

اور میں انہیں ڈھیل دے رہا ہوں، بےشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

(نجفی *)

46- اَمْ تَسْـَٔــلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۚ ٤٦

کیا آپ ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں جس کے تاوان کے بوجھ تلے یہ دبے جا رہے ہیں؟

— (اسرار احمد)

اَمْ تَسْـَٔـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۗ ٤٠ (طور، 52:41)

47- اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ٤٧

یا کیا ان کے پاس غیب ہے سو جسے وہ لکھ رہے۔

(نجفی)

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۗ ٤١ (طورِ 52:42)

✎ سورہ کی شروعات "قلم" سے ہوتی ہے، اور اس آیت میں "کتب" یعنی لکھنے کا ذکر بھی آگیا۔

صاحب الحوت/ذوالنون

48- فَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنۡ كَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ‌ۘ اِذۡ نَادٰى وَهُوَ مَكۡظُوۡمٌؕ‏ ٤٨

اب اپنے پروردگار کے حکم کے لئے صبر کریں اور صاحب الحوت جیسے نہ ہوجائیں جب انہوں نے مکظوم ہوکر (غم و غصہ کی حالت میں) پکارا۔

(اظہر)

(صافات، 37:140)، (انبیاء 21:87)، (یونس، 10:98)-:Cross Ref

📖 وھو مکظوم۔ کے معنی مصیبت زدہ کے بھی ہیں اور غم و غصہ سے بھرے ہوئے کے بھی۔ (فیضان الرحمٰن)

📖 خداوند عالم نے قرآن میں تقریباً 20 مقامات پر اپنے رسول کو صبر کی دعوت دی ہے کیونکہ لوگوں کےلیے صبر و استقامت ضروری ہے۔ (نور)

📖 سورة کے آغاز اور اختتام کا باہمی ربط نوٹ کیجیے۔ جس مضمون سے سورت کا آغاز ہوا تھا اسی پر اس کا اختتام ہورہا ہے۔ کفار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجنون کہتے تھے۔ ان کے اس الزام کی تردید سورت کی ابتدا میں بھی کی گئی اور آخر میں بھی۔ پھر یہاں یہ نکتہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ اس سورت کے آغاز میں حرف ن کیوں آیا ہے۔ دراصل ان کی معنی "مچھلی" کے ہیں۔ جیسا کہ سورة انبیاء کی آیت 87 میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ذوالنون مچھلی والے کے لقب سے کیا گیا ہے۔ چناچہ حرف ن کا معنوی ربط سورت کی ان اختتامی آیات کے ساتھ ہے جن میں صاحب الحوت حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ (بیان القرآن، اسرار احمد)

وَذَا ٱلنُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَـٰضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ فَنَادَىٰ فِى ٱلظُّلُمَـٰتِ أَن لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَـٰنَكَ إِنِّى كُنتُ مِنَ ٱلظَّـٰلِمِينَ (انبیاء، 21:87)

📖 وَ لَا تَكُن كَصَاحِبِ الحُوتِ: صاحب حوت، مچھلی والے کی طرح بے صبری نہ کریں۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کی طرح اپنی قوم کے ایمان نہ لانے سے تنگ آ کر بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں یا اپنی قوم پر عذاب کے لیے عجلت سے کام نہ لیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ایسی بے صبری سرزد ہو رہی تھی یا اپنی قوم کے خلاف بد دعا کی تھی اور عذاب میں عجلت سے کام لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے:

اللّٰہم اھد قومی فانہم لا یعلمون۔ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما۔ یہ جانتے نہیں ہیں۔

(بحار الانوار ۱۱: ۲۹۸)

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عالمین کے لیے رحمت ہیں۔ عذاب کی درخواست نہیں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُم وَ اَنتَ فِيهِمۡ... اور اللہ ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا جب تک آپ ان کے درمیان موجود ہیں۔ (۸ انفال ۳۳)

بلکہ مطلب یہ بتانا ہے کہ منکرین اور مکذبین کی طرف سے آپ کے لیے ایک صبر آزما ایذا ہے۔ صبر سے اس سخت مرحلے کو گزاریں۔ یونس نے بے صبری کی تو کیا نتیجہ ہوا، وہ بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے فرمایا:

وَ لَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴿۱۴﴾ (۶ انعام: ۱۴)تم ہرگز مشرکین میں سے نہ ہونا۔ تو اس کا یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شرک کے نزدیک جانے والے تھے۔ (تفسیر کوثر)

📖 اِذۡ نَادٰی وَ ہُوَ مَکۡظُوۡمٌ: حضرت یونس علیہ السلام کی ندا کا ذکر سورہ انبیاء آیت ۸۷ میں آیا ہے:

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ ٭ۖ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۸۷﴾
چنانچہ وہ اندھیروں میں پکارنے لگے: تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقینا میں ہی زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں

-

وَ ہُوَ مَکۡظُوۡمٌ: کظم سانس کی نالی کو کہتے ہیں۔ الکظوم سانس رکنے کے معنوں میں ہے۔ مَکۡظُوۡمٌ غم سے بھرے تھے یعنی حضرت یونس علیہ السلام غم سے نڈھال تھے۔(تفسیر کوثر)

49- لَوۡلَاۤ اَنۡ تَدٰرَکَہٗ نِعۡمَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَھُوَ مَذۡمُوۡمٌ ٤٩

اگر ان کے پروردگار کافضل و کرم ان کے شامل حال نہ ہوتا تو انہیں اس حال میں چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا کہ وہ مذموم ہوتے۔
(نجفی)

50- فَاجۡتَبٰہُ رَبُّہٗ فَجَعَلَہٗ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ٥٠

پھر انکے رب نے انہیں (مجتبیٰ کیا) چن لیا اور پھر بنا دیا صالحین میں سے۔
(اظھر)

51- وَاِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَكَ بِاَبۡصَارِهِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكۡرَ وَيَقُوۡلُوۡنَ اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ۘ ٥١

اور کفار جب اس ذکر(قرآن) کو سنتے ہیں تو ایسی نظروں سے آپ کو دیکھتے ہیں (گویا) آپ کو (راہِ راست) سے پھسلا دیں گے اور کہتے ہیں یہ ضرور دیوانہ ہے۔
(نجفی+اظھر)

📖 لیزلقونک۔ زلق کی معنی پھسلانے اور متزلزل کرنے کے ہیں۔ (فیضان الرحمٰن)

📖 لَیُزلِقُونک: (ز ل ق) زلق پھسلنے کو کہتے ہیں۔ (کوثر)

📖 حضرت پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

ان العین حق انها تدخل الجمل الثور التنور۔

نظر بد حق ہے اور اس قدر موثر ہے کہ گائے اور اونٹ کو تنور میں ڈال سکتا ہے۔ (بحارالانوار ج63، ص17) (نور)

52- وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ٥٢

اور یہ نہیں ہے مگر عالمین کے لیے ذکر۔
(اظھر)

درسِ سورة

✎ یہ "الفاظ" و "قلم" اللہ ہی نے خلق کیے ہیں، اور اے رســول اکرمﷺ آپ دشمنوں کی پرواہ نہ کریں، ان کو مجھ پر چھوڑ دیں، اور ذولنون جیسے نہ بنیں، وما ھو الا ذکر للعٰلمین، اور یہ نہیں ہے مگر عالمین کے لیے ذکر۔ (باغ والوں کا قصہ)۔

حرف مقطعات

(a research work)

✎ عرف عام میں مشہور یہی ہے کہ حروف مقطعات کی اصل معنیٰ کوئی نہیں بتا سکا۔ لیکن یہ جملہ کی خود قرآن میں کہیں نہیں۔ اور قرآن نے یہ حروف ہمیں دیے ہیں، تاکہ ان پر تھوڑا غور و فکر کیا جائے۔ (اس کا اشارہ پہلی آیت میں امام کے ایک قول سے بھی ہوتا)

" آپؑ نے فرمایا: حروفِ ابجد کی تفسیر سیکھو، اس میں کائنات کے تمام عجائبات ہیں"

جب سیکھنے اور غور و فکر کرنے سے اگر ان کے متعلق علم حاصل ہوسکتا ہے، تو اس بات میں کوئی صداقت نہیں رہتی کہ ان کی معنیٰ کوئی نہیں جانتا۔ بہرحال، کم سے کم بندۂِ حقیر جستجو تو کر سکتا... علمی بنیادوں پر۔

✎ اب خود قرآن سے دلیل تو آگئی کہ "نون" مچھلی کو کہتے۔ اور سرچ کرنے پر پتا چلا فنیقیہ (Phoenician) زبان میں مچھلی کو نون ہی کہا جاتا ہے!

زبانوں پر ریسرچ کرنے سے پتا چلتا کہ ابجدی زبانیں، جو کانسوننٹس (Consonants) پر مشتل ہوتی ہیں، جن میں عربی، عبرانی، اکادی، حبشی (Ethiopian) اور فینیقیہ (Phoenician) زبانیں شامل ہیں، ان سے اشارہ ملتا ہے کہ شروع شروع میں "حروف" کی ابتداء کیسے ہوئی، اور کس طرح یہ ارتقاء پذیر (evolve) ہوکر ہمارے پاس آج موجودہ شکل میں پہنچیں۔

اسی طرح، پرانی یونانی زبان سے، لاطینی، یونانی اور سیرلک (Cyrillic) زبانیں ارتقائ پذیر ہوئی اور جس سے کئی یورپین زبانیں بنتی ہیں، ان سب زبانوں کی جد یا اُم – سامی زبان (Semitic) ہے۔

اس لیے عربی کا اب ج د، اور انگلش کا ABCD ایک ہی چیز ہے۔
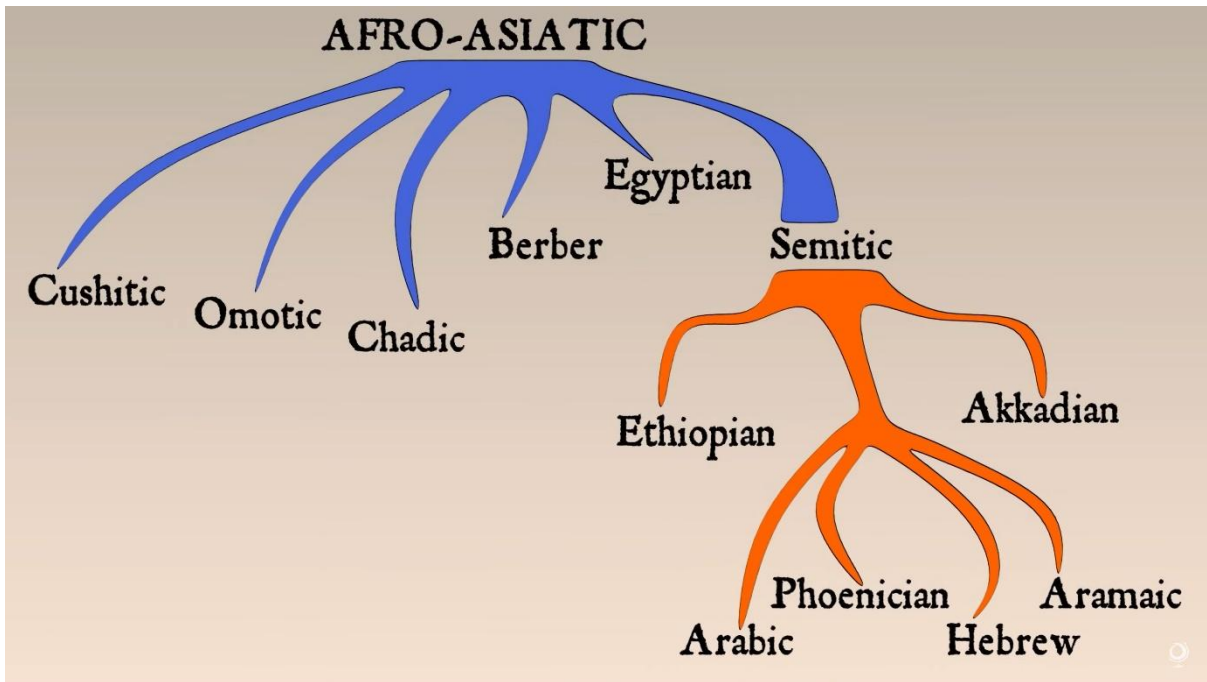
1Picture is taken from youtuber "nativlang"'s video.

اب یہ سوال زبانیں وجود میں کیسے آئی۔ خصوصا الفابیٹس/ حروف/ letters کیسے وجود میں آئے؟

✎ **ہر حرف/letter کی اپنی ایک کہانی ہے۔ مثال کے طور پر حرف ب، بیت سےنکلا، کئی زبانوں میں گھر کو بیت کہتے۔ اب شروع شروع کے انسان "قلم" سے جب بیت لکھتے تھے، تو درحقیقت وہ ایک پورا گھر بناتے تھے،**

جھوپڑی اسٹائل میں، جس کے دروازے پر ایک بندہ بیٹھا ہوتا تھا۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ شکل سمپلیفائیڈ/مختصر ہوتی چلی گئی۔ اور سمپلیفائے ہو ہو کہ آج کے دور میں موجودہ شکل اختیار کرلی جس میں پورا گھر بنانے کے بجائے اس کا نچلا حصہ رہ گیا اور بندہ جو دروازہ پر بیٹھا ہوتا تھا وہ ایک نکتہ رہ گیا۔ یعنی کہ "ب"۔

یہ لفظ "الفابیٹ" بھی الف اور بیت سے نکلا۔ الف بیت، یعنی الفابیٹ۔

فنیقیہ میں ب کو ایسے لکھا 𐤁 جاتا ، اسکو اگر دائیں طرف 90 ڈگری پر گھمائیں گے دو تو ایک جھوپڑی HUT سی بن جاتی ہے۔

🕮 Bet, Beth, Beh, or Vet is the second letter of the Semitic abjads, including Phoenician Bēt 𐤁, Hebrew Bēt ב, Aramaic Bēth 𐡁, Syriac Bēṯ ܒ, and Arabic Bāʾ ب. Its sound value is the voiced bilabial stop ⟨b⟩ or the voiced labiodental fricative ⟨v⟩.

The letter's name means "house" in various Semitic languages (Arabic bayt, Akkadian bītu, bētu, Hebrew: bayiṯ, Phoenician bt etc.; ultimately all from Proto-Semitic *bayt-), and appears to derive from an Egyptian hieroglyph of a house by acrophony. 𓉐 (Wikipedia)

✎ مصری ہائیروغلف کو الٹا کر کے نیچے ایک نکتہ لگا دیں تو عربی کا "ب" بن جائیگا۔

ن: نون

- اس طرح ہر لیٹر کی ایک کہانی ہے۔ "ن" بھی پرانی زبانوں میں مچھلی کے معنیٰ میں ہے۔ یا سانپ کی شکل میں آتا، حتی کی مصری (Egyptian hieroglyphs) اس کو ایسا بنایا جاتا۔

، یہی شکل فنیقیہ زبان میں ایسی ہوگئی۔ جو کہ کافی حد تو مصری ہائیروغلف کی طرح ہی ہے، اور یہی شکل آج کے دور میں انگلش مین N بن گئی۔ عربی میں کسی اور راستے سے آئی ہوگی اور عرب میں اسے "ن" لکھا گیا۔ (مزید وکیپیڈیا چیک کریں۔)

م: میم

- پانی کو میم (mem) کہتے تھے اور اسکو پانی کی لہروں کی شکل کی طرح بناتے تھے اور سمپل ہو کر اس طرح بن گئی ، انگلش میں یہ شکل m ہوگئی، اور عربی میں "م" بن گئی۔

ارتقائے کتابت/ یعنی لکھنے کی شروعات کیسے ہوئی؟

- پہلہ مرحلہ: "لکھنے کی شروعات" سب سے پہلے پکٹوگراف/پکٹوگرام (Pictograph/Pictogram) یعنی تصویری کتابت سے ہوئی۔ یعنی پہلے لوگ جب کچھ لکھنے چاہتے تھے، تو انکی پوری تصویر بناتے تھے۔ گھر، گائے، آنکھ، وغیرہ...

پھر مدت وقت گزرنے کے بعد بات ایک قدم آگے بڑھی تو آئیڈیوگراف/آئیڈیوگرام (Idiograph/Ideogram) **یعنی تصوری کتابت پر پہنچے۔ یعنی کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی شکل نہیں ہوتی، جیسے موت، یا چلنا، کھانا، پینا وغیرہ۔ پر انکو بھی جب لکھنا پڑا تو تصویریں بنا کر، جیسے موت کے لیے ایک لیٹا ہوا بندا، چلنا کے لیے صرف دو پیروں کی شکل، ... یعنی شروع میں چیزوں کے یا تصورات کے جو نام ہوتے تھے انکو جب لکھا جاتا تھا تو پوری ایک شکل/تصویر بنائی جاتی تھی۔**

دوسرے مرحلہ میں کتابت، بصارت سے سماعت کی طرف بڑھی۔ یعنی لوگوگرافی/لوگوگرام (Logography/Logogram) **وجود میں آئی۔ اسکی مثال کچھ ایسی ہے کہ کچھ تصویریں ایسی بنائی جاتی جس کو دیکھنے کے بجائے پڑھاجائے/بولا جائے تو وہ مفہوم دینگی۔ مثال کے طور پر انگریزی میں کسی کا نام "نیل"** (Niel) **ہے تو ایک سادہ تصوری گھٹنو کے بل بنائی جائی گی، جسکو پڑھا جائیگا "نیل"** (kneel) **یعنی گھٹنو کے بل جھک جائو۔**

پر لوگوگرافی سیلیبری (syllable) **زبان تھی، یعنی ہر سیلیبل**(syllable) **کو الگ الگ بولا جاتا تھا، اور اس میں واول** (vowels) **کا ہونا بھی ضروری ہے۔ سیلیبل کسی لفظ کو اچارنے کا ایک یونٹ کو کہتے۔ مثال کے طور پر لفظ** beautiful **میں 3 سیلیبل ہیں۔ بیو 1، ٹی 2، فل 3 .**

“A syllable is a unit of spoken language consisting of one or more vowel sounds, alone, or with one or more consonants. When a

name required several phonetic units, they were assembled in a rebus fashion. A typical Sumerian name 'An Gives Life' combined a star, the logogram for An, god of heaven, and an arrow, because the words for 'arrow' and 'life' were homonyms. The verb was not transcribed, but inferred, which was easy because the name was common."

✎ **یہ بھی ذہن میں رہے کہ لکھنے کی اکائونٹنگ سے ہوئی، یعنی سب سے پہلے جب لکھنے کی ضرورت پڑی تو انسان حساب کتاب لکھتا تھا۔ یعنی لوگوں کو بات چیت کرنے سے پہلے اپنے حساب کتاب کے معاملات کے لیے لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور بنیادی مقصد چیزوں کو لکھنا کا اکائونٹگ تھا، پر بعد میں جب فونیٹک سائنس** (Phonetic Signs) **وجود میں آئی، یعنی جب لوگوگرافی والے دور میں انسانوں نے لکھنے کے لیے پورے لفظ کے بجائے ہر ایک سیلیبل کو الگ سے اچارنے لگے۔ یعنی صوتی نشانیوں نے انسان کی کتابت کو اکائونٹگ سے جدا کر دیا۔ 2600-2700 قبل مسیح میں اُر کے شاہی مقبروں** (Royal Cemetery of Ur) **پر لکھی گئی تحریریں اس بات کی نشاندھی کرتی ہیں، جن میں زیادہ تر لوگوں کے نام لکھے ہوئے۔**

2500-2600 ق م میں سمیریں رسم الخط صوتی نشانیوں کا آئیڈیوگرام سے مل کر زیادہ پیچیدہ ہوتی چلی گئی۔ اور اس طرح یہ ایجاد میسوپوٹامیا سے نکل کہ پڑوسی تہذیبوں تک جا پہنچی جس میں سامی (Semitics)**، انڈو-یورپین، کائوکیشین شامل ہیں۔**

- **تیسری مرحلہ میں الفابیٹ ایجا ہوئے۔ یعنی "بیت" سے سائونڈ "ب" نکلا، اور اس کو مختصر کر کے "ب" کی شکل میں لکھا جانے لگا۔ اور اس طرح ہر الفابیٹ کو کو سائونڈ ملا، اور اس کی مختصر شکل ملی، اور ان سب کو ہم ملا کر الگ سے الفاظ بنانے لگے۔**

یعنی، پہلے مرحلے میں "بیت" بولا جاتا تھا، اور لکھنے میں گھر بنایا جاتا تھا۔ دوسرے مرحلے میں syllable **بنے، ایک مکمل چیز کے یونٹس بنے،**

آخری مرحلہ میں اس پہلی بنیادی شکل کا صرف ایک حرف/letter **بنا (کچھ اس طرح "ب") اور اس نشانی کو پورا بیت پڑھنے کے بجائے صرف آواز کی پہلے سائونڈ "بَ" سے مخصوص کر لیا گیا۔ یہ کام لگ بھگ 1500 ق م میں ہوا۔ اس عمل کو آج کے دور** Acrophony **کہتے۔**

- **پہلے الفابیٹ، جیسا کہ مشہور ہے،** Proto-Sinaitic, or Proto-Canaanite **موجودہ لبنان کے علائقہ سے ظہور پذیر ہوئے۔ الفابیٹ کی ایجاد نے سیلیبری**(Syllabery) **سسٹم سے نجات پائی، کیونکہ ہر زبان کی صوتی آوازیں بہت کم ہتی ہیں۔ (جیسے 22 حروف) اور یہ آوازیں کانسوننٹس پر مشتمل ہوتی، اور ان کو ملا کر ہم لاتعداد الفاظ بنا سکتے۔**

📖 "The transition from cuneiform writing to the alphabet in the ancient Near East took place over several centuries. In the seventh century BC the Assyrian kings still dictated their edicts to two scribes. The first wrote Akkadian in cuneiform on a clay tablet; the second Aramaic in a cursive alphabetic script traced on a papyrus scroll. The Phoenician merchants established on the coast of present day Syria and Lebanon, played an important role in the diffusion of the alphabet. In particular, they brought their consonantal alphabetic system to Greece, perhaps as early as, or even before 800 BC. The Greeks perfected the Semitic alphabet by adding letters for vowels—speech sounds in the articulation of which the breath channel is not blocked, like a, e, i, o, u. As a result the 27-letter Greek alphabet improved the transcription of the spoken word, since all sounds were indicated. For example, words sharing the same consonants like 'bad,' 'bed,' 'bid,' 'bud,' could be clearly distinguished. The alphabet did not subsequently undergo any fundamental change."

"Because the alphabet was invented only once, all the many alphabets of the world, including Latin, Arabic, Hebrew, Amharic, Brahmani and Cyrillic, derive from Proto-Sinaitic."

PROTO-CANAANITE	EARLY LETTER NAMES AND MEANINGS	
	alp	oxhead
	bêt	house
	gaml	throwstick
	digg	fish
	hô(?)	man calling
	wô (waw)	mace
	zê(n)	?
	ḥê(t)	fence?
	ṭê(t)	spindle?
	yad	arm
	kapp	palm
	lamd	ox-goad
	mêm	water
	naḥš	snake
	ʿên	eye
	pi't	corner?
	ṣa(d)	plant
	qu(p)	?
	ra'š	head of man
	tann	composite bow
	tô (taw)	owner's mark

Figure 1(Fig. 6) Proto-Sinaitic Alphabet (source: Michael Roaf, Cultural Atlas of Mesopotamia, Equinox, Oxford1990, p. 150)

A ا

B ب

C ج

D د

H ھ

W و

Z ز

H ح

T ط

Y ی

K ک

L ل

M م

N ن

E ع

P ف

S ص

Q ق

R ر

Sh ش

T ت

✎ اس گراف میں دیے گئے الفابیٹ کا آرڈر وہی ہے جو عربی میں ابجدی حروف کا ہے۔ یعنی

ا ب ج د (A B C D)

ھ و ز

ح ط ی

ک ل م ن (K L M N)

سین (س) یہ کھا گئے ہیں اس گراف میں

اس کے بعد

ع ف ص

ق ر ش ت

... اسکے بعد نیچے والے حروف آتے جو گراف میں نہیں:

ث خ ذ ض ظ غ

(Ref: The Evolution of Writing | Denise Schmandt-Besserat (utexas.edu))

✎ یہی حروف ہمیں بائیبل (زبور، باب 119) میں بھی ملتے ہیں (پر مختلف ترجموں نے ان حروف کو حذف کردیا ہے۔ :۔

دیکھو:

⇨ https://mechon-mamre.org/p/pt/pt26b9.htm
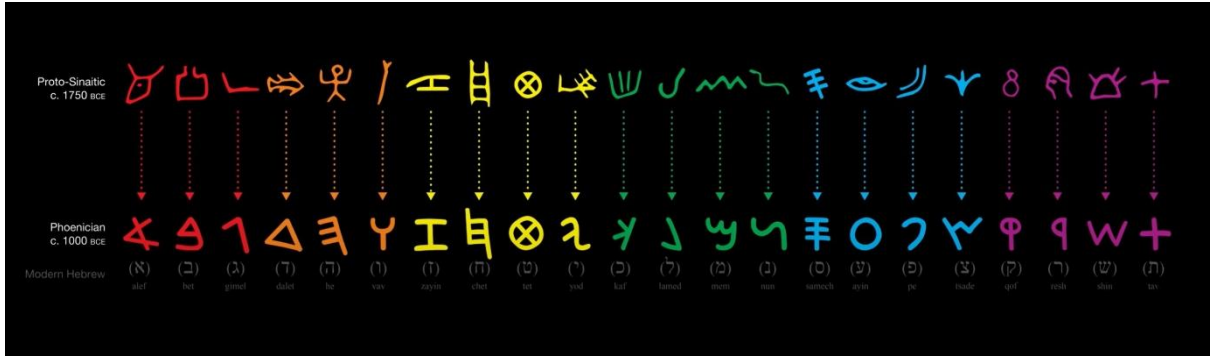
2Figure 2https://www.youtube.com/watch?v=3kGuN8WIGNc&ab_channel=UsefulCharts

یعنی آسان الفاظ میں یہ پوری بات اگر ایک جملہ میں کہنا چاہیں تو: ہمیں آج جو حروف ملتے ہیں، جن کی مدد سے ہم لکھ رہے ہیں، یہ الفاظ جو لکھ رہا، اور آپ پڑھ رہے ہیں: یہ ایک ایک حرف پہلے کسی چیز کی پوری شکل ہوا کرت تھے۔ جیسے ب سے "بیت"، بیت مطلب گھر، بیت سے بَ بن گیا۔ "ی" مطلب "ید"، ید مطلب ہاتھ، "ی" کی جو شکل تھی پورے ہاتھ کی تھی، وقت کے ساتھ وہ شکل صرف "ی" رہ گئی۔ "ر" مطلب "راس"، راس مطلب سر (ویسے اردو کا سر اور عربی کا راس، ایک ہی چیز لگتی، بس الٹا ہے)۔ سر کی شکل اوپر آپکو چارٹ میں دکھائی بھی گئی، پر وقت کے ساتھ عربی میں سر مخفف ہو کر "ر" رہ گیا۔

اس طرح 22 کانسوننٹس ملے، وقت کے ساتھ کانسوننٹس کے ساتھ vowels **لگ گئے، اور ہر حرف کا "با ہی ہو" الگ ہوگیا اور اس طرح چیزوں کو ملا کر ہم نے لکھنا سیکھ لیا۔**

اگر یہ ایسے ہی ہے تو پھر مقطعات کے سارے حروف کا اشارہ اُسی میں ہے جہاں سے اس حرف کی ابتداء ہوئی۔

✎ **ن کی کہانی یہاں اس سورہ میں سمجھ میں آگئی، اسکی ابتدائی شکل مچھلی جیسی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ کے آخر میں مچھلی والے کا ذکر کیا۔ صاحب الحوت، ذولنون ۔ نون والا**

الفابیٹ کی تفصیل

ا، الف مطلب oxhead/سرِ ثور

(نیومیریکل ویلیو – 1)

Aleph (or alef or alif, transliterated ʾ) is the first letter of the Semitic abjads,
including Phoenician *ʾālep* 𐤀, Hebrew *ʾālef* א, Aramaic *ʾālap* 𐡀, Syriac *ʾālap̄* ܐ, Arabic *ʾalif* ا and North Arabian 𐪑. It also appears as South Arabian 𐩱 and Ge'ez *ʾälef* አ.

These letters are believed to have derived from an Egyptian hieroglyph depicting an ox's head[1] to describe the initial sound of **ʾalp*, the West Semitic word for ox[2] (compare Biblical Hebrew אֶלֶף *ʾelef*, "ox"[3]). The Phoenician variant gave rise to the Greek alpha (Α), being re-interpreted to express not the glottal consonant but the accompanying vowel, and hence the Latin A and Cyrillic А.(Wikipedia)

The name *aleph* is derived from the West Semitic word for "ox" (as in the Biblical Hebrew word Eleph (אֶלֶף) 'ox'[3]), and the shape of the letter

derives from a Proto-Sinaitic glyph that may havebeen based on an Egyptian hieroglyph, which depicts an ox's head.

- اور یہ الف یعنی ox، بیل، ثور.. سمپل ہوکر صرف ox کا سر رہ گیا، اور وہ سر بھی سمپل ہوکر فنیقیہ میں ایسا بن گیا: انگریزی میں یہ شکل A کی ہی ہے بس 90 ڈگری پر مڑی ہوئی۔ اور عربی میں غالباً صرف بیچ کی ڈنڈی رہ گئی "ا"، باقی سب مٹ گیا۔
- حروف مقطعات میں جہاں جہاں "ا" آیا وہاں "ل" ضرور آیا۔

کچھ مغربی محققین کے نزدیک، خصوصاً یہ ال کا مطلب الہ ہے۔

(اور میں اپنی طرف سے "م" سے مراد اگر محمد لے لوں تو بات ہی ختم ہو جاتی، "الم"= "اللہ محمد".)

⇨ "The Hebrew Theory assumes that the letters represent an import from Biblical Hebrew. Specifically, the combination Alif-Lam would correspond to Hebrew El "god". Abbreviations from Aramaic or Greek have also been suggested." (Wiki)

ل: لام مطلب چھڑی، جس سے جانوروں کو ہنکایا جاتا۔

(نیومیریکل ویلیو – 30)

Lamedh or Lamed is the twelfth letter of the Semitic abjads, including Hebrew Lāmed ל, Aramaic Lāmadh, Syriac Lāmaḏ ܠ, Arabic *Lām* ل, and Phoenician Lāmed. Its sound value is [l]. (Wikipedia)

... goad, i.e. a cattle prod, or a shepherd's crook, i.e. a pastoral staff

⇨ The innovation of a hook facilitates the recovery of fallen animals by ensnaring them by the neck or leg. For this reason, the crook has been used as a religious symbol of care (particularly in difficult circumstances), including the Christian bishop's crosier. (Sheperd's Crook)

اس Pastoral Staff کو اگر کھولا جائیگا تو حضرت موسیٰؑ کی چھڑی نکل آئیگی، جو ازدھا بن جاتی تھی۔

م: میم مطلب پانی

(نیومیرکل ویلیو – 40)

Mem is believed to derive from the Egyptian hieroglyphic symbol for water,

which had been simplified by the Phoenicians and named after their word for "water", *mem* (), ultimately coming from Proto-Semitic (Wikipedia)

✎ اب سورہ بقرہ جو الم سے شروع ہوتی، الف یعنی ox، اور سورہ بقرہ کا نام ہی گائے ہے، اور اس میں بقر کا قصہ آتا (آیت 67)، اور اس بچھڑہ کا بھی جس کی بنی اسرائیلی پوجا کرتے تھے، (آیت 54، 92)

لام، مطلب چھڑی سے جس نے ہنکایا جاتا، حضرت موسیٰؑ کی چھڑی مشہور ہے جو ازدھا بن جاتی تھی۔ جس سے پانی/دریا/سمندر جدا ہوگیا اور بنی اسرائیلی فرعون کے چنگل سے آزاد ہوئے۔خود بنی اسرائیلیوں کو ہنکا کر لیکر جانا بھی لام کا مفہوم دے سکتا۔

میم، مطلب پانی، پانی کا ذکر ایک تو بنی اسرائیلیوں کے لیے چشمے پھوٹ نکلے (آیت 60)، پتھر کی مثال جس سے ندیاں بھہ نکلتی (آیت 74)، بنی اسرائیلیوں کےلے پانی کا جدا ہونا جس کے بیچ سو وہ نکلے۔

✎ **اگرچہ حروف مقطعات کی ہرسورہ کے اعتبار سے حتمی طور پر ایگزیکٹ معنی نکالنا، اللہ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں، پر یہ ایک قابل غور بات ضرور ہے، جس کی طرف اوپر اشارہ دیا گیا۔**

🕮 **قرآن کی زبان فصیح عربی ہے۔ عربی میں ھمزہ کو شامل کر کے 29 حروف ہیں جنہیں حروف ابجد کہا جاتا ہے۔ ان حروف میں سے 14 حروف قرآن میں حروف مقطعات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ان حروف کے کے مختلف جوڑ قرآن کی 29 سورتوں سے پہلے استعمال ہوتے ہیں۔ وہ حروف جو مقطعات کے طور پر قرآن میں استعمال ہوئے ہیں، یہ ہیں**

ا ل م ص ر ك ه ي ع ط س ح ق ن ۔

یہ ترتیب قرآن میں حرف کے پہلے استعمال کے مطابق ہے۔ تین کے علاوہ باقی تمام جگہ جہاں یہ حروف آتے ہیں وہاں اس کے فوراً بعد قرآن کا ذکر ہوا ہے۔ باقی تین جگہ بھی فوراً بعد تو نہیں لیکن کچھ آیات کے بعد قرآن کا تذکرہ ہے۔ ان حروف کے جوڑ ایک حرف سے پانچ حروف تک ہیں۔ سب سے زیادہ بار (سات دفعہ) حم آتا ہے۔ چھ بار الم آتا ہے۔ پانچ حرفی جوڑکھیعص صرف ایک دفعہ آتا ہے۔ ”ا“ جہاں بھی آتا ہے اس کے بعد ”ل“ ضرور آتا ہے۔ (وکیپیڈیا)

✎ ا ل م ص ر ك ه ي ع ط س ح ق ن :

انکا صحیح معنیٰ و مفهوم ہم جب صورتوں کو پڑھیں گے جن کے شروع میں آتے تو، دیکھا جائے گا ک آیا اس تناظر میں کیا مفهوم نکلتا۔ پر یہاں فی الحال سامی اور فنیقیہ زبانوں سے مدد لیتے ان کی origin پر غور کرتے یہ کہ حروف کہاں سے وجود میں آئے۔

ر، را مطلب سر یا Head

(ویلیو – 200)

اور عربی میں سر کو "راس" کہتے۔ جیسے وضو کی آیت میں آتا۔

Resh is the twentieth letter of the Semitic abjads, including Phoenician Rēsh 𐤓, Hebrew Rēshר, Aramaic Rēsh 𐡓, Syriac Rēsh ܪ, and Arabic *Rāʾ* ر.

The word *resh* is usually assumed to have come from a pictogram of a head.

✎ **الر" (الف، لام، را) قرآن کے حروفِ مقطعات میں سے ہیں، اور یہ سورة یونس (10)، سورة ہود (11)، سورة یوسف (12)، سورة ابراہیم (14)اور سورة الحجر (15) کی ابتداء میں آئے ہیں۔**

✎ **ان سبھی صورتوں میں انبیاء کا ذکر ہے، بلکہ یہ سب سورتیں خود انبیاء کے ناموں یا ان کی قوموں کے نام سے موسوم ہیں۔**

اور ان سب میں ایک بنیادی پیغام یہ دیا جا رہا کہ "اے نبی، آپ سے پہلے جتنے بھی انبیاء آئے، ان کو بھی تکالیف سے سامنا کرنا پڑا، انکا بھی مذاق اڑایا گیا، ان کی قوموں نے بھی ان کو ٹھکرایا، حتٰی

کہ ان کے اپنے بھائی بھی ان کے خلاف ہوگئے۔ پر صبر سے کام لیں، اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

- ال – سے اگر اللہ مراد لیں (جیس عبرانی میں ال – Elohim/ایلوہیم وغیرہ اللہ کے لیے آتا ہے)، تو "را" سے "راس" یعنی "سر" یعنی سب انبیاء کے سر مبارک / Heads اشارہ ہے ان سب انبیاء کی طرف۔ یا سمپل "را" سے "رسول" بھی کہہ سکتے۔ یعنی "اللہ" اور اس کے بھیجے ہوئے "رسول" (واللہ اعلم)

- سورہ رعد – المر – سے شروع ہوتی۔ یہ زیادہ لمبی سورۃ نہیں، کہ انبیاء کا تصیلا ذکر ہو، پر اس میں چند آیات ایسی آجاتی جن میں یہی بات بول دی جاتی، یعنی مقصد "المر" کا پورا ہوجاتا۔

- وَلَقَدِ استُهزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبلِكَ فَاَملَيتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ اَخَذتُهُم ۰ فَكَيفَ كَانَ عِقَابِ ٣٢

تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے ، مگر میں نے ہمیشہ منکرین کو ڈھیل دی اور آخر کار ان کو پکڑ لیا ، پھر دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی “۔

- اور "رعد" جس میں بجلی، کڑک، بادل، اور بارش مضمر ہے تو اس حوالے سے "م" مطلب "پانی" تو وہ ممکن ہے اس حوالے سے ہو۔ (واللہ اعلم)

ک، کاف مطلب ہتھیلی:

(ویلیو – 20)

Kaph (also spelled kaf) is the eleventh letter of the Semitic abjads, including Phoenician kāp 𐤊, Hebrew kāf כ, Aramaic kāp 𐡊, Syriac kāp ܟ, and Arabic kāf ك (in abjadi order).

Kaph is thought to be derived from a pictogram of a hand (in both modern Arabic and modern Hebrew, kaph כף means "palm" or "grip").

✎ **آج کے دور میں بھی عبرانی اور عربی میں "کف" مطلب "ہتھیلی".**

ہ، ھا، مطلب پکارنا

(نیومیریکل ویلیو – 5)

He is the fifth letter of the Semitic abjads, including Phoenician Hē 𐤄, Hebrew Hē ה, Aramaic Hē 𐡄, Syriac Hē ܗ, and Arabic *Hāʾ* ھ. Its sound value is the voiceless glottal fricative ([h]).

The proto-Canaanite letter gave rise to the Greek Epsilon Ε ε, Etruscan 𐌄 Ɛ, Latin E, Ë and Ɛ, and Cyrillic Е, Ё, Є, Э, and Ꙓ. *He*, like all Phoenician letters, represented a consonant, but the Latin, Greek and Cyrillic equivalents have all come to represent vowel sounds.

Origin

In Proto-Northwest Semitic there were still three voiceless fricatives: uvular *ḫ* IPA: [χ], glottal *h* IPA: [h], and pharyngeal *ḥ* IPA: [ħ]. In

the Wadi el-Hol script, these appear to be expressed by derivatives of the following Egyptian hieroglyphs

ḥayt "thread",

hillul "jubilation", compare South Arabian 𐩠 *h*, 𐩢 *ḥ*, 𐩭 *ḫ*, Ge'ez ሀ, ሐ, ኀ, and

ḥasir "court".

In the Phoenician alphabet, *ḥayt* and *ḥasir* are merged into Heth "fence", while *hillul* is replaced by *He* "window".

ی، یا مطلب ید، مطلب ہاتھ

(ویلیو – 10)

Yodh (also spelled jodh, yod, or jod) is the tenth letter of the Semitic abjads, including Phoenician Yōd 𐤉 /, Hebrew Yōd י, Aramaic Yod 𐡉, Syriac Yōḏ ܝ, and Arabic *Yāʾ* ي.

Yod originated from a hieroglyphic "hand", or *yad.

In modern Hebrew, the phrase "tip of the Yod" refers to a small and insignificant thing, and someone who "worries about the tip of a Yod" is someone who is picky and meticulous about small details.

اس کی نیومریکل ویلیو 10 ہے، اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بھی دس ہوتی ہیں۔

ع، عین مطلب آنکھ

(ویلیو – 70)

Ayin (also _ayn_ or _ain_; transliterated ⟨ʿ⟩) is the sixteenth letter of the Semitic abjads, including Phoenician _ʿayin_ 𐤏, Hebrew _ʿayin_ ע, Aramaic _ʿē_ 𐡏, Syriac _ʿē_ ܥ, and Arabic _ʿayn_ ع (where it is sixteenth in abjadi order only).

The Phoenician letter is the origin of the Greek, Latin and Cyrillic letter Ο, O and О.

It is the origin of letter Ɛ.

The letter name is derived from Proto-Semitic _*ʿayn-_ "eye", and the Phoenician letter had the shape of a circle or oval, clearly representing an eye, perhaps ultimately (via Proto-Sinaitic) derived from

the _ỉr_ hieroglyph 𓁹

ص: صاد مطلب پودا

(ویلیو – 90)

Tsade (also spelled _ṣade_, _ṣādē_, _ṣaddi_, _ṣad_, tzadi, sadhe, tzaddik) is the eighteenth letter of the Semitic abjads, including Phoenician ṣādē 𐤑, Hebrew ṣādi צ, Aramaic ṣāḏē 𐡑, Syriac ṣāḏē ܨ, Ge'ez ṣädäy ጸ, and Arabic _ṣād_ ص. Its oldest phonetic value is under debate, although there is a variety of pronunciations in different modern Semitic languages and their dialects.

The origin of *ṣade* is unclear. It may have come from a Proto-Sinaitic script based on a pictogram of a plant, perhaps a papyrus plant, or a fish hook (in Modern Hebrew, צדtsad means "[he] hunt[ed]", and in Arabic صادṣād means "[he] hunted").

✎ تفصیل کے لیے سورہ "ص" (38) چیک کریں۔

Spinning Wheel , Spindle :ط، طا مطلب

(ویلیو ط – 9، ظ - 900)

Teth, also written as *Ṭēth* or Tet, is a letter of the Semitic abjads, including Phoenician Ṭēt 𐤈, Hebrew Tēt ט, Aramaic Ṭēth 𐡈, Syriac Ṭēṯ ܛ, and Arabic *Ṭāʾ* ط. It is the 16th letter of the modern Arabic alphabet.

The Phoenician letter name *ṭēth* may mean "spinning wheel"[2] pictured as 𐤈 (compare Hebrew root ט-ו-י meaning 'spinning' (a thread) which begins with Teth). According to another hypothesis (Brian Colless[citation needed]), the letter possibly continues a Middle Bronze Age glyph named *ṭab* 'good', Aramaic טַב 'tav', Hebrew טוב 'tov', Syriac ܛܒܐ 'tava', modern Arabic طَيِّب'*ṭayyib*', all of identical meaning, whose picture is based on the *Nefer* 'good' hieroglyph common in ancient Egyptian names (e.g. Nefertiti):

Jewish scripture books about the "holy letters" from the 10th century onward discuss the connection or origin of the letter Teth with the word *tov* "good". This was especially emphasized ever since the late 1600s after the Baal Shem Tov became influential, since the letter Teth was in his Acronym standing for Tov, and goodness was part of his philosophy. The acrostic poems of the Bible use 'Tov' to represent the letter (e.g. Psalm 119:65-72).

س، سین مطلب ستون/کھنبا، یا سپورٹ/مدد، کلی۔

(ویلیو 60، ش- 300)

Samekh (Phoenician *sāmek* 𐤎; Hebrew *samekh* סָמֶךְ, Syriac *semkaṯ*) is the fifteenth letter of the Semitic abjads, including the Hebrew alphabet.

The Phoenician letter may continue a glyph from the Middle Bronze Age alphabets, either based on a hieroglyph for a tent peg or support, possibly the *djed* "pillar" hieroglyph[clarification needed][1] (c.f. Hebrew root סמך s-m-kh 'support', סָמֶךְ semekh 'support, rest', סוֹמֵךְ somekh 'support peg, post', סוֹמְכָה somkha 'armrest', סָמוֹכָה smokha 'stake, support', indirectly *s'mikhah* סמיכה; Aramaic סַמְכָא samkha 'socket, base', סְמַךְ smakh 'support, help'; Syriac ܣܡܟܐ semkha 'support').

𐤎 The Phoenician letter gave rise to the Greek xi (Ξ),[3] whereas its name may also be reflected in the name of the otherwise unrelated Greek letter sigma.

The Syriac letter *semkaṯ* ܣܡܟܬ develops from the Imperial Aramaic "hook" shape 𐡎 into a rounded form by the 1st century. (یہ شکل عربی کی الٹی س ہے)

DJED: The *djed*, an ancient Egyptian symbol meaning 'stability', is the symbolic backbone of the god Osiris.

✎ اس جید کی پیچھے ایک مصری افسانوی کہانی ہے، کہ

𓊽 of Osiris – (pillar of djed) Myth

In the Osiris myth, Osiris was killed by Set by being tricked into a coffin made to fit Osiris exactly. Set then had the coffin with the now deceased Osiris flung into the Nile. The coffin was carried by the Nile to the ocean and on to the city of Byblos in Lebanon. It ran aground and a sacred tree took root and rapidly grew around the coffin, enclosing the coffin within its trunk. The king of the land, intrigued by the tree's quick growth, ordered the tree cut down and installed as a pillar in his palace, unaware that the tree contained Osiris's body.

Meanwhile, Isis searched for Osiris aided by Anubis, and discovered Osiris's location in Byblos. Isis maneuvered herself into the favor of the king and queen and was granted a boon. She asked for the pillar in the palace hall, and upon being granted it, extracted the coffin from the pillar. She then consecrated the pillar, anointing it with myrrh and wrapping it in linen. This pillar came to be known as the pillar of *djed*.[2]

✐ یعنی اردو سمری کچھ اس طرح بنے گی کہ مصریوں کے خدا اوسرس کو اس کے بھائی سیت نے دھوکا دیک کر قتل کر دیا اور اس کو تابوت میں ڈال کر دریائے نیل میں پھیک دیا۔ وہ تابوت لبنان کے ببلوس شھر جا پہنچا اور زمین سے جا لگا اور وہ ایک مقدس درخت نکل آیا، وہ درخت ایسے نکلا کہ اس تابوت کو اپنے اندر لے لیا، اور وہ درخت تیز رفتار سے نکل رہا تھا تو وہاں کے بادشاہ نے اسے کاٹ کر اور اسے اپنے محل میں ایک ستون/پلر کے طور پر لگا دیا۔

اس بیچ، اوسرس کی بیوی آئسس اس کی تلاش میں لگی رہی، اور کچھ مدد سے اسے پتا چل گیا وہ کہا پر ہے۔ وہ وہاں پہنچھی اور وہاں کے بادشاہ اور رانی کے ہاں اپنا ایک مقام بنا لیا، پھر اس نے ایک ریکوسٹ/گذارش کی، اور وہ اسکی پوری گی گئی۔ اس نے کہا مجھے یہ

پلر دیا جائے۔ اوراسے دے دیا گیا۔ اس نے پلر کو کھولا، اندر سے درخت کو کاٹا، اور اس کے اندر سے تابوت نکالا اپنے شوہر کا۔ اُسے پاک کیا، مر سے مسح کیا، اور لنن کے کپڑے سے لپیٹا۔ اس پلر/ستون کا نام پلر آف جید سے پہچانا گیا۔

اس پلر کی شکل ویسی ہے جیسے اوپر رنگ بگرنگی دیکھائی گئی۔ اس شکل سے فنیقیوں نے یہ والی شکل بنائی: 𐤎، اس سے یونانیوں نے ایسے کر دیا: Ξ، یہ تین ڈنڈیوں والی شکل کو 90 ڈگری پر موڑ دیں تو عربی س سے ملتی جلتی شکل بن جاتی۔

ح، حا مطلب حوض، حرم، یا باڑ

(ویلیو – 8)

✎ ح کا مطلب بھی ھ کی طرح تھوڑا سمجھنا مشکل ہے، کیونکہ دونوں کا سائونڈ ایک جیسا ہے معنیٰ بھی ایک جیسی بتائی جا رہی۔

پر ح سے مراد اگر صحن ہے، یعنی جیسے حوض یا حرم (یعنی ایک بڑی سی کھلی جگہ کسی مخصوص کام کے لیے)، تو پھر فی الوقت ح کو ہم حوض کی مناسبت سے courtyard/ صحن کے معنیٰ میں اخذ کرلیتے ہیں، اور دوسری معنیٰ thread/wick یعنی اردو میں لکھا ہوا، بتی، تصبحہ (یا شاید کھڑکی بھی جیسے ھ کے معنی میں بتایا گیا) ھ کے مفہوم میں لے لیتے ہیں۔

- قرآن میں ح کے ساتھ م لازمی آیا... حم ... اور سرہ 40 سے سورہ 46 سے مسلسل 7 بار حم والی سورتیں ہیں۔
- اورپ والے ڈایاگرام کے مطاب ح سے مراد Fence یعنی باڑ بھی ہوسکتی۔ اور باڑ کی مناسبت سے انگریزی حرف H کی شکل اس مفہوم میں کافی ملتی جتلی... یعنی HHHHHH یہ جیسے باڑ بنی ہوئی۔

  نیچی والی شکلوں کا مطلب بھی باڑ بن سکتا۔

Heth, sometimes written Chet, but more accurately Ḥet, is the eighth letter of the Semitic abjads, including Phoenician Ḥēt 𐤇, Hebrew Ḥēth ח, Aramaic Ḥēth 𐡇, Syriac Ḥēṯ ܚ, Arabic Ḥā' ح, Maltese Ħ, ħ.

The shape of the letter Ḥet ultimately goes back either to the Egyptian hieroglyph for 'courtyard':

(compare Hebrew חָצֵר ḥatser of identical meaning, which begins with Ḥet) or to the one for 'thread, wick' representing a wick of twisted flax:[2][3]

(compare Hebrew חוט ḥut of identical meaning, which begins with Ḥet).

Possibly named *ḥasir* in the Proto-Sinaitic script.

The corresponding South Arabian letters are 𐩢 ḥ and 𐩭 ḫ, corresponding to the Ge'ez letters *Ḥawṭ* ሐ and *Ḫarm* ኀ.

ق، قاف مطلب سئی / گردن کا پچھلا حصہ

(ویلیو – 100)

Qoph (Phoenician Qōp 𐤒) is the nineteenth letter of the Semitic abjads. Aramaic Qop 𐡒 is derived from the Phoenician letter, and derivations from Aramaic include Hebrew Qof ק, Syriac Qōp̄ ܩ and Arabic *Qāf* ق.

Eye of a needle

The origin of the glyph shape of *qōp* (𐤒) is uncertain. It is usually suggested to have originally depicted either a sewing needle, specifically the eye of a needle (Hebrew קוף and Aramaic קופא both refer to the eye of a needle), or the back of a head and neck (*qāf* in Arabic meant "nape").[1] According to an older suggestion, it may also have been a picture of a monkey and its tail (the Hebrew קוף means "monkey").[2]

Besides Aramaic *Qop*, which gave rise to the letter in the Semitic abjads used in classical antiquity, Phoenician *qōp* is also the origin of the Latin letter Q and Greek Ϙ (*qoppa*) and Φ (*phi*).[3]

Numeral

Qof in Hebrew numerals represents the number 100. Sarah is described in Genesis Rabba as בת ק' כבת כ' שנה לחטא, literally "At Qof years of age, she was like Kaph years of age in sin", meaning that when she was 100 years old, she was as sinless as when she was 20.[4]

✎ ق (قاف) سے "سئی" غالبا مغالطہ ہوگا، قاف کی شکل دیکھ کر۔ 𐤒Ϙ

سورہ "ق" کی مناسبت سے اس مطلب "گردن کا پچھلا حصہ" ہی ہوگا۔

دو لکھنے والے، اس گردن کے دائیں بائیں بیٹھے لکھ رہے ہیں، اور قیامت کے دن ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ غالبا اسی گردن/گُدی سے پکڑ کو انسان کو ہانک کر لے جائیں گے۔

ϙ یہ شکل غالبا شروع میں انسان کے سر کی بیک سائیڈ کے طور پر بنائی جاتی ہوگی، اور نیچے چھوٹی ڈنڈی دراصل اسی گردن/گُدی کی طرف اشارہ ہے۔

ن: نون مطلب مچھلی

(نیومیریکل ویلیو 50)

Nun is the fourteenth letter of the Semitic abjads, including Phoenician Nūn 𐤍, Hebrew Nun נ, Aramaic Nun 𐡍, Syriac Nūn ܢ, and Arabic Nūn ن(in abjadi order). Its numerical value is 50. It is the third letter in Thaana (ނ), pronounced as "noonu". In all languages, it represents the alveolar nasal /n/.

Origins

Nun is believed to be derived from an Egyptian hieroglyph of a snake (the Hebrew word for snake, nachash begins with a Nun and snake in Aramaic is nun) or eel. Some[citation needed] have hypothesized a hieroglyph of fish in water as its origin (in Arabic, nūn means large fish or whale). The Phoenician letter was named nūn "fish", but the glyph has been suggested to descend from a hypothetical Proto-Canaanite naḥš "snake", based on the name in Ethiopic, ultimately from a hieroglyph representing a snake,

(گو کہ یہ کالم میں نے پہلے لکھ لیا تھا، پھر بعد میں تھوڑا ریسرچ کرنے سے پتا چلا فخرالدین رازی اس بات کی طرف اشارہ دیا ہے کہ عربوں کے ہاں حروف کی ایک معنیٰ ہے جیسے ع سے مراد آنکھ، غ سے مراد بادل، ن سے مراد وھیل، ط سے مراد سانپ/ازدھا)

- ✎ **حروف مقعات الگ الگ عربی 28 (ا اور ء کو ایک کائونٹ کرتے ہوئے) حروف میں سے 14 حروف ہیں۔ یہ والے:**
- ⇦ **ا ل م ص ر ك ه ي ع ط س ح ق ن**
- ✎ **جب کہ ملا کر یونیک شکل میں بھی 14 ہیں۔ یہ:**

الم، المص، الر، المر، کھیعص، طه، طسم، طس، یس، ص، حم، عسق، ق، ن

نیومیرکل ویلیو

الم – 71

المص – 161

الر – 231

المر – 271

کھیعص – 195

طہ – 14

طسم – 109

طس – 69

یس – 70

ص – 90

حم – 48

عسق – 230

ق - 100

ن – 50

✎ ٹوٹل حروف مقطعات جتنی بار بھی قرآن میں آیا، ملا کر انکا جمع – 3385 بنتا۔ ان سبکو جمع کیا جائے (3+3+8+5) تو جواب 19 آتا۔ (اور سورہ مدثر کے آیت 30 کہتی۔ "اس پر انیس ہیں۔"

✎ Writing/لکھت/کتابت کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اور یہ سب شروع کیسے ہوا اس پر صرف اندازے ہی لگائے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب بتانے کے لیے بھی حروف اور الفاظ ہی چاہیے تھے، پر اسی پر تو بحث ہو رہی کہ یہ خود کہا سے آئے۔تاریخ سے پتا چلتا لکھنے کا کام پرانی قوموں میں سب سے کم درجہ رکھتا تھا، مطلب کھیتی باڑی کرنا، یا شہر کی تعمیرات پر اپنی انرجی صرف کرنا زیادہ اہم تھا، اس سے کہ کچھ لوگوں کو لکھنے کے کام پر لگا دیا جائے۔ (یعنی کہ اس فیلڈ کا اسکوپ بہت کم تھا)، ... ویسے حیوانی نقطہ نگاہ سے یہ کام صرف انسان ہی کرتا ہے، کوئی اور جانور نہیں، کہ اپنی سوچوں اور کام کو آگے منتقل کرنے کے لیے لکھ لے۔ (جیسے ابھی ہم کر رہے)۔

پر لکھنے کی وجہ سے ہی ہم آج اس مقام پر پہنچے ہیں۔ یہ قرآن کی ابتدائی سورۃ ہے اور اس کی پہلی آیت میں ہی اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ ن قسم ہے قلم کی اور جو یہ لکھتے ۔ اس ایک جملے میں اللہ نے انسان کو سوچنے پر مجبور کیا کہ، کیسے لکھتے ہو، کیا لکھتے ہو، کہاں سے لائے یہ حروف اور الفاظ؟ ایک ایک حرف کے پیچھے لمبی چوڑی داستانیں ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ (قرآن کے نزول کے وقت) جب قرآن نازل ہو رہا تھا، تو خود قرآن ایک مخصوص زبان میں نازل ہو رہا تھا، اور اس کو اسکی ایک مخصوص رسم الخط میں لکھا جا رہا تھا۔ تو اللہ پاک نے اپنے الٰہی کلام کو تا قیامت محفوظ رکھنے کے لیے اُس سسٹم کو اختیار کیا جو کسی نہ کسی طریقے سے ہزاروں سالوں سے evolve ہوکر اب تمہارے پاس پہنچا۔

📖 پھر الفاظ کو محفوظ کرنے کا طریقہ بھی ایجاد کیا۔ اس کی ابتدائی صورت تصویری کتابت تھی جس میں مسماری کتابت شامل ہے جس کو اہل بابل آشوریوں نے ایجاد کیا، اس کے بعد رموز و علامات ایجاد ہوئے۔ آخر میں آواز کے لیے علامات وضع ہوئیں۔ اس طرح حروف کی ایجاد عمل میں آ گئی اور الفاظ کو لکیروں کی شکل میں آنے والے حروف کے ذریعے محفوظ کر لیا گیا اور حروف کو مکتوبی شکل میں لانے والا آلہ قلم ہے۔ لہٰذا قلم انسان کی دوسری زبان ہے۔

جب سے انسان نے قلم ہاتھ میں لیا تہذیب و تمدن میں قدم رکھا اور قلم ہی کے ذریعے علوم و افکار محفوظ ہوئے اور علوم و فنون نے ترقی کی اور قلم ہی کے ذریعے آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے علوم کی وارث بن گئیں اور علم و فن، تہذیب و تمدن وراثت میں مل گئے اور پچھلی نسلوں کے تجربات اگلی نسلوں کی طرف منتقل ہو گئے۔ (تفسیر کوثر)

✎ بعض اوقات وقت کے ساتھ الفاظ کی معنیٰ بدل جاتی۔ ایک لفظ کی جو اصل معنیٰ ہے، پر وقت کے ساتھ (زمان و مکان کے زد میں آکر) وہ لفظ اپنی اصل معنی بدل کر دوسری اختیار کر سکتا۔ علم و زبان سے وابستہ لوگ اس بات کو اچھے سے جانتے ہیں۔ اگر ایسا ہوجائے تو ایک جملے کا پورا معنی و مفہوم بدل جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے حروف مقطعات کی ایک معنیٰ (میرے نزدیک) یہ بھی ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ یاد دلاتا کہ ان حروف کی اصل معنیٰ کیا ہے جہاں سے ان کی ابتداء ہوئی، اس پر غور کرو۔ اور حروف کی اصل معنیٰ کو انکی اصل معنیٰ میں رہنے دو، اسی

طرح الفاظوں کو بھی ان کی اصل معنیٰ میں ہے بیان کرو، بجائے ان سے کوئی دوسری معنیٰ اخذ کرنے کے۔ حالانکہ عربی اپنے الفاظوں کے معاملہ میں کافی عمیق اور دقیق ہے۔ اکثر اوقات ایک لفظ کا ترجمہ صرف ایک لفظ میں دوسری زبان میں کیا بھی نہیں جا سکتا۔ پر اس لفظ سے اگر دوسری معنیٰ نکال لی جائے تو اس آیت کا معنی و مطلب بالکل بدل سکتا۔ اور اس طرح اللہ کا کلام بدل جا ئیگا۔ اس مناسبت سے ایک آیت بھی قرآن میں ہے:۔

وَاِنَّ مِنهُمۡ لَفَرِيقًا يَّلونَ اَلسِنَتَهُم بِالكِتٰبِ لِتَحسَبُوهُ مِنَ الكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الكِتٰبِۚ وَيَقُولُونَ هُوَ مِن عِندِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِن عِندِ اللّٰهِۚ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الكَذِبَ وَ هُم يَعلَمُونَ (آل عمران، 3:78)

اور ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اپنی زبان کو توڑتا مروڑتا ہے کتاب کو پڑھتے ہوئے تاکہ تم سمجھو کہ (جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں) وہ کتاب میں سے ہے حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہوتا اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے جبکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا اور وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں جانتے بوجھتے۔

کیا عرب انپڑھ جاہل تھے، کیا انہیں لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا؟

✎ یہ بات کہ عرب جاہل تھے، انہیں لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا۔ آج کے دور کی ریسرچ سے غلط ثابت ہوتا ہے۔ (میں کوئی لنگوئیسٹ نہیں جو اس بات پر تفصیل سے بحث کر سکوں، اس معاملہ میں آپ زیادہ پروفیشنلز کی طرف رجوع کریں)... پر تھوڑا اشارہ کے طور پر، اگر عربی زبان کی تاریخ آپ نکالیں گے تو چند چیزیں قابل غور ہیں۔ 1۔ ایک تو یہ موجودہ رسم الخط عربی کی نہیں تھی، بلکہ قبل از اسلام تاریخ سے جو عربی ملتی

اسکا رسم الخط، عبرانی یا یونانی زبان سے ملتا۔ 2. سرزمین حجاز ایسا خطہ تھا جہاں مختلف قوموں اور زبانوں کے لوگ آکر ملتے تھے۔ (اور میرے نزدیک یہ بات کعبۃ اللہ اور حج کی وجہ سے بھی عین ممکن تھی)۔ انکا آپس میں ملنا، ایک دوسرے سے اپنی ادبیات شیئر کرنا، زبانوں کا آپس میں ملاپ وغیرہ شامل تھا۔ 3. عربوں کی شاعری مشہور تھی جو آج تک ریکارڈیڈ ہے، اس سے پتا چلتا وہ پڑھتے تو تھے ہی پر لکھنا بھی جانتے تھے۔ 4. سورہ مدثر کے ضمن میں آتا کہ ولید بن مغیرہ سے دوسرے عرب سرادار قرآن کے بارے میں مشورہ کر رہے تھے کہ تم اس کلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کیا یہ شاعری ہے؟ یہ یہ نثر ہے، کیا کہ کچھ اور طرح کا کلام ہے؟ اس نے ایک ایک چیز پر تبصرہ کیا کہ میں یہ بھی جانتا میں وہ بھی جانتا... پر یہ کلام ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے... اس سے پتا چلتا عرب کے ہاں ادب تھا اور وہ ادب کی ہر صنف کو جانتے تھے۔ 5. عربی زبان کا بلیغ اور فصیح ہونا خود اس بات کی دلالت ہے کہ اس کے بولنے والے،الفاظ کی باریک بینیوں اور گہرائیوں کو اچھے سے جانتے ہیں۔ اور ایسا ممکن نہیں جب تک بولنے والا ادب کے طرف مائل نہ ہو، اور ادب سے لکھنا پڑھنا لازم آتا۔ آپ انکے سامنے ایک شعر اپنی طرف سے بنا کر پڑھ لیجیئے، وہ اس میں سے 100 خامیاں نکال کے دے سکتے ہیں، کہ تم نے یہ لفظ استعمال کیا اس کی جگہ یہ کرتے تو زیادہ بہتر تھا۔ 6 اسلامی تعلیم سے پتا چلتا ہے کہ اللہ ہر قوم کی طرف جو رسول بھیجے ان کے ساتھ ایسے معجزات رکھے جس میں وہ قوم زیادہ مانوس و ملوث تھے، یا جس میں وہ شدید تھی۔ مثال حضرت موسیٰؑ کے دور میں جادو پر زیادہ زور تھا تو انہیں ایسے معجزات دیئے گئے جو جادو نہ تھے، پر لگتے کچھ اس طرح تھے۔ تاکہ سمجھنے والے حق و باطل کو سمجھ سکیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے دور میں بیماریاں زیادہ تھی، اللہ نے انکو معجزات دیے جس سے وہ بیماروں کو شفا دیتے تھے، حتیٰ کہ مردوں تک کو زندہ کر دیتے تھے۔ پھر خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو سب سے بڑا معجزہ دیا گیا – یعنی قرآن، جس کی شروعات "اقراء" سے ہوتی ہے اور اگلی سورۃ کہتی "ن والقلم وما یسطرون" – قرآن جو الفاظوں پر مشتمل ہے، تو پھر آپ کے ذہن میں کیا آتا، اس قوم میں سب سے خاص کیا چیز ہوسکتی؟ یقیناً لکھنا اور پڑھنا، اور الفاظ اور ان کا بیان انکے ہاں خاص مقام رکھتے تھے۔ یہ لفظ "بیان" کی بھی الگ کہانی ہے۔ سورہ رحمٰن میں آتا ہے۔ "الرحمن، علم القراٰن، خلق الانسان، علمہ البیان۔" ... کہنے کا مطلب عرب کئی اور معاملات میں تو "جاہل" ہوسکتے تھے قبل از اسلام، پر لکھنے پڑھنے کے معاملات میں وہ جاہل نہیں تھے، بلکہ الٹا پروفیشنل تھے۔

لفظ "امی" یہودی عربوں کو کہتے تھے، اس مناسبت سے کہ یہ وہ قوم ہیں جن کے پاس کوئی "کتاب" نہیں۔

(میرے خیالات کی توثیق، مائیکل میکڈولنڈ، تفسیر نمونہ بھی کرتی ہے، ملاحظہ ہو۔)

📖 **"Literacy seems to have been extraordinary widespread, not only among the settled populatoins but also among the nomads. Indeed, the scores of thousands of graffiti on the rocks of the Syro-Arabian desert suggest that it must have been almost universal among the latter. By the Roman period, it is probable that a higher proportion of the population in this region was functionally literate than in any other area of the ancient world."- Michael C.A. Macdonald**

📖 یہ بات قابل غور ہے کہ زمانۂ جاہلیت ادبیات کے لحاظ سےایک عہد زریں تھا۔ وہی پا برہنہ اور نیم وحشی بادیہ نشین بدو تمام تر اقتصادی و معاشرتی محرومیوں کے باوجود ادبی ذوق اور سخن سنجی سے سرشار تھے.یہاں تک کہ آج بھی ان کے اشعار ان کے سنہری زمانے کی یاد دلاتے ہیں۔ ان کے بہترین اور قیمتی اشعار ادبیات عرب کا سرمایہ ہیں اور حقیقی عربی ادب کے متلاشیوں کے لئے ایک گراں بہا ذخیرہ ہیں۔ یہ بات اس وقت کے عربوں کے تفوقِ ادبی اور ذوق سخن پروری کی بہترین دلیل ہے۔

عربوں کے زمانہ جاہلیت میں ایک سالانہ میلہ لگتا تھا جو بازار عکاظ کے نام سے مشہور تھا۔ یہ ایک ادبی اجتماع کے ساتھ ساتھ سیاسی و عدالتی کانفرنس بھی تھی۔ اسی بازار میں بڑے بڑے اقتصادی سودے بھی ہوتے، شعراء اور سخنور اپنی اپنی تخلیقات اس کانفرنس میں پیش کرتے ان میں سے بہترین کا انتخاب ہوتا۔ جسے شعرِ سال کا اعزازِ حاصل ہوتا۔ ان میں سے سات یا دس قصیدے سبعہ یا عشرہ معلقہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اس عظیم الشان ادبی مقابلے میں کامیابی شاعر اور اس کے قبیلے کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز تصور کی جاتی تھی۔

ایسے زمانے میں قرآن نے اپنی مثل لانے کی دعوت انہی لوگوں کو دی اور سب نے اظہار عجز کیا اور اس کے سامنے سرجھکالئے ۔ اس کی مزید تشریح، اس سورہ کی آیت ۲۳ کے ذیل میں آئے گی جہاں قرآن کے چیلنج اور عرب سخنوروں کے عجز کا تذکرہ ہے۔ (تفسیر نمونہ، سورہ بقرہ، آیت 1)

✎ **یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ پرانی قرآنی نسخہ کوفی رسم الخط پر لکھے گئے ہیں، اور کوفی رسم الخط میں نقطہ نہیں ہوتا۔ یعنی عربی بغیر نقطہ کے ہوا کرتی تھی جیسے عبرانی ہے یا لاطینی ہے۔ اس حساب سے ب ت ث (یا ایسے ملتے جلتے حروف) میں فرق نہیں کیا جاسکتا پر لفظ اور جملے کی مناسبت سے پڑھنے والے کو خودی سمجھنا ہوتا۔**

کچھ وضاحت کے لیے یہ لنک چیک کریں:

https://en.wikipedia.org/wiki/Kufic

اظہر حسین ابڑو، (غفراللہ لہ)

27-10-2022

Modified: 6-June-2023

Modifed, 9-June-25